پاکستان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا خواتین کا مقبول ترین ہفت روزہ

خواتین کا اسلام

944
بدھ 14 شوال 1442ھ مطابق 26 مئی 2021ء
Regd.No:MC1437

Zaiby Jewellers
Saddar
Since 1974
نوٹ: زکوۃ کے حساب کیلئے فون پر رابطہ کر سکتے ہیں
علماء کرام اور مدارس کے طلباء کے لیے خصوصی رعایت
Zaibun Nisa Street, Saddar, Karachi, Pakistan.
ph:021-35215455, 35677786

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القرآن

اپنے رب کی بڑائی بیان کرو

اے (محمد ﷺ) جو کپڑا لپیٹے پڑے ہو۔ اُٹھو اور ہدایت کردو اور اپنے پروردگار کی بڑائی کرو۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو۔ اور ناپاکی سے دُور رہو اور (اس نیت سے) احسان نہ کرو کہ اس سے زیادہ کے طالب ہو اور اپنے پروردگار کے لیے صبر کرو۔

﴿سورۃ المدثر﴾

الحدیث

اللہ کی بڑائی دنیا و مافیہا سے بہتر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں یہ کلمات (سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ) کہوں، یہ مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہیں۔ ﴿صحیح مسلم﴾

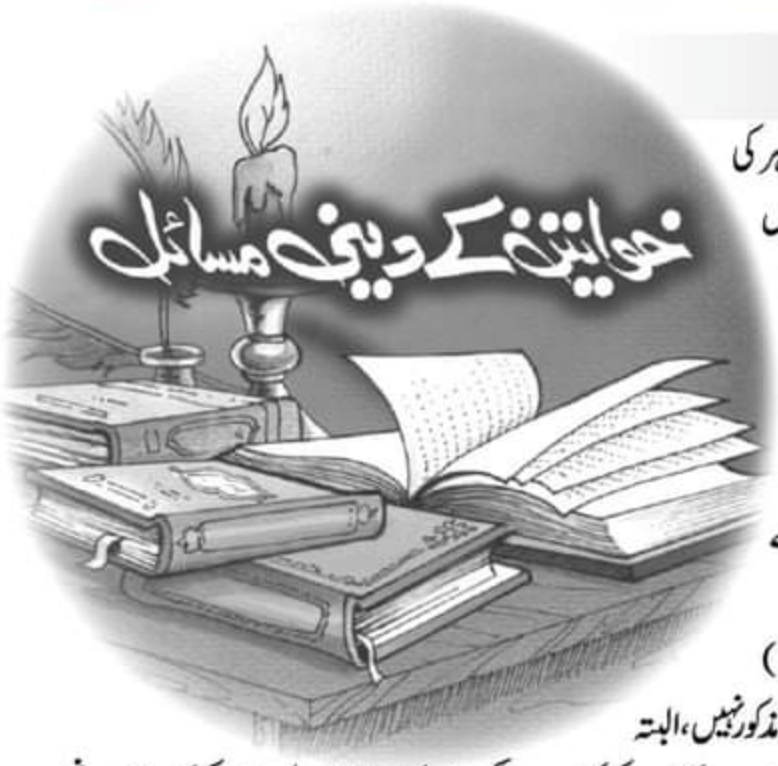

عورت سجدے میں پاؤں کیسے رکھے؟

سوال: عورت سجدہ میں جب پاؤں باہر کی طرف نکالے تو ان کا رخ کس طرف رکھے؟ بعض خواتین اس وقت پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ رکھتی ہیں اور بعض کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ ناخن قبلہ کی طرف ہوتے ہیں اور انگوٹھے کے اوپر ہڈی زمین پر لگتی ہے۔ جبکہ بعض خواتین پاؤں پیچھے کی طرف الٹا رکھ لیتی ہیں۔ ان کے ناخن زمین سے لگتے ہیں۔ ان میں صحیح طریقہ کون سا ہے؟

(اخت عبداللہ۔ لاہور)

جواب: کتب فقہ میں کوئی مخصوص کیفیت مذکور نہیں، البتہ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب مدنی قدس سرہ عورت کے سجدہ کی کیفیت یہ لکھتے ہیں کہ ہاتھ اس طرح رکھے کہ دونوں بانہیں زمین پر بچھ جائیں اور ہاتھ پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کردے۔ مگر پاؤں کھڑے نہ رکھے بلکہ داہنی طرف کو نکال دے۔ (تحفۂ خواتین ص ۱۵۲) اس سے معلوم ہوا کہ سوال میں مذکور پہلی صورت زیادہ صحیح ہے۔

مولانا مفتی محمد ابراہیم صادق آبادی

میک اپ کے ساتھ وضو:

سوال: عورت میک اپ کرنے کے بعد جب وضو کرنا چاہے تو میک اپ کو صابن سے دھو کر ہٹانا ضروری ہے یا ایسے ہی صرف پانی بہا دینے سے وضو ہو جائے گا؟ (ن حفیظ الرحمٰن۔ نوشہرہ)

جواب: میک اپ وضو کی صحت میں رکاوٹ نہیں، لہٰذا وضو سے پہلے اسے صاف کرنا ضروری نہیں۔ البتہ کوئی اس قسم کی چیز لگائی ہے جس کی جسم پر تہ جم جاتی ہے (جیسے ناخن پالش) تو اسے اچھی طرح صاف کیے بغیر وضو نہ ہوگا۔

دوسرے کے قسم دلانے کا حکم:

سوال: ہم دونوں بہنوں نے ایک اکیڈمی سے انگلش لینگویج کورس کیا ہے جب ٹیوشن کا آخری دن تھا تو انگلش ٹیچر نے نصیحت کی کہ ''اللہ کو مانیے، انگریزی مت چھوڑیے، ورنہ بہت پیچھے رہ جائیں گے'' کیا ان الفاظ سے قسم منعقد ہوگئی؟ ہمارے ابو اور بھائی مزید پڑھنے میں خوش نہیں ہیں۔ لیکن اتنی تعلیم کا کوئی خاص فائدہ نہیں اور پڑھانے کے لئے کہیں ٹیوشن بھی نہیں ملے گی۔ (دو بہنیں۔ سکھر)

جواب: دوسرے کے کہنے سے قسم نہیں ہوتی اور یہ جملہ کہ اللہ کو مانیے ..... تو قسم کا ہے ہی نہیں، اگر خود اپنی زبان سے آپ یہ جملہ کہہ دیتیں تب بھی کوئی کفارہ لازم نہ آتا..... انگریزی جس قدر پڑھ چکی ہیں اسی پر اکتفا کر لیجیے، بالخصوص جبکہ والد اور بھائی بھی نہیں چاہتے۔ جب کمانے والے مرد موجود ہیں تو آپ کو کیا پڑی ٹیوشن پڑھانے کی؟

بیوی کا بلا اجازت میکے میں بیٹھنا:

سوال: ایک عورت اپنی چھوٹی بچی کو لے کر اپنے میکے بیٹھی ہے۔ خاوند خرچ دے رہا ہے، لیکن اس کا مطالبہ ہے کہ بیوی میرے گھر آ کر رہے۔ بیوی کسی صورت آنے کو تیار نہیں۔ اس کے والدین کا مطالبہ ہے کہ وہ خود یہاں آ کر رہے، ورنہ ہماری لڑکی کو طلاق دے دے۔ خاوند کہتا ہے: اگر بیوی میرے گھر آ گئی تو ٹھیک ورنہ طلاق اس صورت میں دوں گا کہ میری بچی میرے سپرد کر دیں۔ اس مسئلہ کا شرعی حل کیا ہے؟

جواب: بیوی پر خاوند کی اطاعت ضروری ہے۔ اسے چاہئے کہ بلا تاخیر بچی کو لے کر خاوند کے گھر آ جائے، ورنہ گنہگار ہوگی۔ اگر والدین اس میں رکاوٹ ڈالیں تو ان کا کہا ماننا جائز نہیں۔ بیوی یا اس کے والدین کی طرف سے طلاق کا مطالبہ حرام ہے۔ حدیث کی رو سے بلا وجہ طلاق کا مطالبہ کرنے والی عورت جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہے گی۔ ہاں اگر عورت کو خاوند کے گھر کسی قسم کی تکلیف یا شکایت ہے تو اس کے ازالہ کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ اگر خدانخواستہ طلاق کی نوبت آ جائے تو بچی ۹ برس کی عمر تک اپنی والدہ کے پاس رہے گی۔ ہاں اگر مطلقہ دوسری جگہ نکاح کر لے تو بچی رکھنے کا حق ساقط ہو جائے گا۔

آئینۂ گفتار

پھر ایک خط

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

محترمہ اُمّ خدیجہ کا ایک خط ملا ہے۔ جواب لکھنے لگے تو وہ حسبِ روایت طویل ہوتا چلا گیا۔ لکھتے ہوئے بات کی اہمیت کا مزید اندازہ ہوا تو خط کی انگلی پکڑ کے اُسے بزم سے آئینۂ گفتار والے صفحے پر لے آئے۔

محترمہ بہن لکھتی ہیں: ''ہم دونوں رسائل بہت شوق سے پڑھتے ہیں اور حسبِ توفیق اثر بھی قبول کرتے ہیں۔ رسائل کا مزاج بتدریج پختہ ہو رہا ہے جو مثبت بات ہے۔ ایک عرض تھی کہ آپ کچھ اشکالات کے جواب دیتے ہوئے غیر حقیقت پسندانہ رویہ اختیار کرتے ہیں۔ کہانی کا مقصد محض کہانی نہیں ہوتا بلکہ وہ معاشرہ اور افراد کی تربیت کرتی ہے، ذہن سازی کرتی ہے۔ کچھ قارئین نے جب اِس نکتے پر آواز اُٹھائی کہ 'اکثر کہانیوں کا ماحول غیر شرعی ہوتا ہے' تو آپ نے جواب دیا کہ کہانی کو کہانی کے طور پر لیا کریں۔ لیکن جناب! یہ رسائل وقت گزاری کی نیت سے تو شائع نہیں ہوتے بلکہ مقصد اصلاحِ معاشرہ و افراد کا عظیم مقصد پیشِ نظر ہوتا ہے۔ جب مقصد عظیم ہو تو چھوٹی چھوٹی لغزشیں بھی بڑا نقصان کرتی ہیں۔ امید ہے آپ بات سمجھ گئے ہوں گے۔ کوئی بات غلط کر دی ہو تو بہت معذرت۔ (اُم خدیجہ، منڈی بہاؤالدین)

جواب: نہیں جی، معذرت کی تو بالکل کوئی بات نہیں۔ ہم خود پر یا لکھاری پر کی گئی ہر مثبت تنقید کا دل سے خیر مقدم کرتے ہیں، تبھی تو آپ یہ اعتراضات اور پھر اُن کے جوابات پڑھ پاتی ہیں، ورنہ اکثر مدیران کی طرح ہمارے لیے بھی یہ بہت آسان تھا کہ ہر تنقیدی خط کو چپکے سے ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا کریں۔ لیجیے ہر اعتراض کا منہ ہی بند ہو گیا۔

اِس کا فائدہ مدیران کو یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی اعتراض یا تنقید سامنے آتی ہی نہیں ہے، محض تعریفی کلمات ہی پڑھنے کو ملتے ہیں تو پھر باقی 99 فیصد قارئین کو بھی 'سب اچھا' ہی لگتا ہے۔ کسی حساس قاری کو کوئی بات دل میں چبھتی بھی ہے تو وہ یہ سوچ کر خاموش ہو جاتا ہے کہ کسی اور نے تو یہ بات نوٹ نہیں کی۔

لیکن ہم دیانت داری سے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ رویہ درست نہیں۔ نہ اخلاقی طور پر اور نہ ہی کسی بھی رسالے کے لیے یہ کوئی اچھا شگون ہے کہ ہر تلخ آواز دبا دی جائے اور بس شیریں ہی پر کان دھرے جائیں۔ اِس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ پھر تعریف بھی خالص نہیں لگتی۔ شیرینی بھی تو آخر تبھی زیادہ مزیدار لگتی ہے نا جب ساتھ میں کچھ نمکین یا چٹ پٹا بھی ہو۔

پھر ہمارا پندرہ سالہ ادارتی تجربہ ہے کہ ہر مثبت تنقید چاہے وہ گہرائی سے تجزیہ کرنے پر مدلل ثابت ہو یا نہ ہو، اُس کا فائدہ مدیر اور قارئین کو ضرور ہوتا ہے۔ اگر تنقیدی نکات درست ہوں تو مدیر کو اس طرح کہ آئندہ کے لیے احتیاط ہو جاتی ہے اور اگر غلط ہوں تو قارئین کو اِس طرح کہ بہت ساری باتوں میں اُن کی اصلاح اور تربیت ہو جاتی ہے۔

سو ہم اللہ میاں کی مدد سے حتی الامکان کوشش کرتے ہیں کہ ہر اشکال کے جواب میں جو بات شرعاً و اخلاقاً ٹھیک سمجھتے ہوں، اُسے مناسب پیرائے میں نذرِ قارئین کر دیں۔

ہاں اگر ہمیں واقعتاً اپنی یا لکھاری کی کوئی خطا یا بھول واضح ہو جائے تو 'اعتذار' لگتا بھی انہی صفحات میں آپ نے دیکھا ہوگا۔

بلکہ صرف مثبت پیرائے میں اشکالات ہی کی بات نہیں، ہم تو منفی تنقید کا بھی (کرنے والے کا نام ظاہر کیے بغیر) مناسب انداز میں جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں، تاکہ اگر کہیں کسی پاکیزہ دل میں کسی غلط فہمی کی بنیاد پر کوئی بدگمانی جنم لے رہی ہو تو وہ بھی ختم ہو جائے۔ جیسا کہ آپ نے اِسی صفحے پر کئی بار دیکھا ہوگا.....!

اِس موقع پر خیال آ رہا ہے کہ اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہوئے دل کی ایک بات یہاں لکھتے ہوئے آگے بڑھیں کہ..... اِس جرأت رندانہ پر تو ہمیں اکثر بشر ہونے کے ناتے ذرا شاباشی کی امید ہوا کرتی ہے، لیکن اُس وقت سخت حیرت ہوتی ہے جب کچھ بہنیں یہ کہتی ہیں کہ آپ اِس طرح کے خط شائع کر کے اُن کا جواب دیتے ہی کیوں ہیں؟ جواب دینے سے اُن کی دل آزاری ہوتی ہوگی..... درگزر کر دیا کریں۔

ہائیں! یعنی ہم اپنی مسلمان بہنوں کے اِشکالات کو نظر انداز کرتے ہوئے اُن کے دلوں میں اپنے یا شمارے کی طرف سے بدگمانی کو پلتے رہنے دیں؟۔ بھئی دل آزاری تو تب ہو، جب انتقامی جذبے سے اُن کا نام لے کر بات کی جائے۔ نام تو حذف کر دیا جاتا ہے اور یوں بات صرف تین کے درمیان رہ جاتی ہے۔ ہم، وہ اور اللہ میاں!

خیر یہ تو ہوا آپ کی 'معذرت' والی بات کا تفصیلی جواب، اب مدعے پر آتے ہیں، تو بات یہ ہے کہ واللہ ہمیں بالکل یاد نہیں کہ ہم نے ایسے کسی بھی شرعی اشکال پر بنا کسی سیاق و سباق کے یوں دھڑلے سے کہہ دیا ہو: 'کہانی کو کہانی کے طور پر لیا کریں'۔

ایسا ہونا ممکن نہیں، کیوں کہ ایسی ہلکی بات پر تو فوراً ہی بہنیں ہمارا تیا پانچہ کر دیتیں، اور چوں کہ ہمارا تیا پانچہ ابھی تک ہوا نہیں ہے، اِس لیے ہمیں پورا یقین ہے کہ آپ ہی کو بات کے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ سو اگر مناسب سمجھیں تو ہمارا پورا جواب نقل کیجیے یا شمارہ نمبر بتائیے، پھر ہی کچھ عرض کر سکیں گے، ورنہ تو یہ محض ہوائی بات ہوئی۔

اللہ ربّ العزت آپ سبھی بہنوں کو بزبانِ بہن حفصہ فیضی اپنے اپنے 'اہلہ' کے ساتھ دونوں جہاں میں خوش رکھے، آمین!

والسلام مدیر مسئول محمد فیصل شہزاد

مدیر اعلیٰ: مفتی فیصل احمد | مدیر: انجینئر مولانا محمد افضل احمد خان | مدیر مسئول: محمد فیصل شہزاد

''خواتین کا اسلام'' دفتر روزنامہ اسلام ناظم آباد 4 کراچی فون: 021 36609983 ای میل: fayshah7@yahoo.com

انٹرنیٹ: www.dailyislam.pk سالانہ زرِ تعاون: اندرون ملک 1000 روپے، بیرون ملک ایک میگزین 18000 روپے، دو میگزین 20000 روپے

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر خواتین کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جا سکتی۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

احمق کریں کے

(قصور کی زینب اور اُس جیسی تمام معصوم و مظلوم بچیوں کے نام، کہ جن کا نام لے لے کر میڈیا نے خوب ریٹنگ بڑھائی، مال کمایا، دانشوروں نے ملمع شدہ بحثوں کے ڈھیر لگائے، سیاستدانوں نے سیاست کھیلی، اور ہمارے باطل آقاؤں نے اِس پردے میں وہ قوانین اور آگاہی پروگرام جاری کروا لیے، جو، اب تک اِس معاشرے میں ناپسندیدہ اور ناقابلِ قبول تھے)

ایک تھا بادشاہ..... مگر یہ 'کسی زمانے' کا بادشاہ نہ تھا بلکہ ہمارے اسی قریبی زمانے کا بادشاہ تھا، اور جیسا کہ بادشاہوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ نت نئی اور انوکھی فرمائشیں، اپنے امراء و وزراء سے کرتے رہتے ہیں، چنانچہ اُس بادشاہ نے اپنے جدامجد بادشاہ کے بارے میں سن رکھا تھا کہ انھوں نے اپنے وزیر سے، سب سے زیادہ بیوقوف آدمی ڈھونڈ کر لانے کی فرمائش کی تھی۔ موجودہ بادشاہ نے نہلے پہ دہلا مارا اور اپنے عقلمند وزیر کو یہ ہدف دیا کہ وہ صرف ایک فرد نہیں، بلکہ ایسی قوم کی قوم کا نشان پتا معلوم کر کے آئے جو بیقوفی کے معیار پر پورا اترتی ہو۔

سمیعہ سالم

وزیر باتدبیر، اگرچہ بہت دانش مند تھا مگر یہ چیلنج سن کر پریشان ہو گیا۔

خیر، وہ تو تھا ہی وزیر باتدبیر! مزید یہ کہ آج کے ماڈرن زمانے میں ہر کہیں، ہر کوئی، انوکھے انوکھے چیلنج دے رہا ہے اور قبول کر رہا ہے تو وزیر باتدبیر کیوں پیچھے رہتا! پس اس نے کمر ہمت کس لی، زادِ راہ لیا اور بستی بستی مارا مارا پھرنے لگا۔

افراد کا معاملہ تو 'ایک ڈھونڈو ہزار ملتے ہیں' کا مصداق ہے، لیکن یہاں تو معاملہ قوم کی قوم کا تھا، اِس لیے ذرا دیر لگ گئی۔ تاہم ایک ماہ کے بعد ہی وہ ایک ایسی بستی میں پہنچا جو ایک ندی کے کنارے آباد تھی۔ اُس کی پانی کی تمامتر ضروریات اِسی ندی سے پوری ہوتی تھیں۔ کھیتی باڑی سے لے کر کپڑے دھونے، کھانا پکانے اور پینے کا پانی بھی اسی ندی سے لیا جاتا تھا۔ کسی زمانے میں اِس کا پانی بڑا صاف و شفاف اور شیریں تھا مگر اب وہ گدلا اور بدبودار ہو چکا تھا۔ وزیر باتدبیر جب اُس کے نزدیک پہنچا تو اُس نے واضح طور پر اس کی بدبو محسوس کی اور اُس کا گدلا پن مشاہدہ کیا۔

وہ اِس بستی کی گلیوں بازاروں میں گھومتا پھرتا رہا اور حالات کا گہری نظر سے جائزہ لیتا گیا۔ اُس نے دیکھا کہ لوگوں کے چہرے زرد اور جسم مدقوق اور لاغر ہیں۔ اگرچہ بہت سے لوگ موٹے تازے بھی نظر آئے، مگر یہ موٹاپا صحت مندانہ نہیں بلکہ مریضانہ تھا۔ نوجوانوں کے چہرے تازگی اور رونق سے محروم تھے۔ اُس نے شاندار سڑکوں کا جال بچھا دیکھا اور اُن پر دوڑتی بھاگتی ٹریفک کی تیزی اور ازدحام کو بھی دیکھا۔

اُس نے سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی شاندار عمارات اور اُن سے نکلنے والی نژادِ نو (نئی نسل) کو بھی دیکھا۔

اُس نے بینکوں اور تجارتی اداروں کی عمارات اور اُن میں ہوتے لاکھوں کروڑوں اربوں کے سودے ہوتے بھی دیکھے۔

اُس نے میڈیا کے مراکز اور اُن میں بیٹھے بے دماغوں کو دانشوریاں بگھارتے بھی دیکھا۔

اُس نے عدل کے رفیع الشان ایوانوں اور اُن میں ہوتی عدل کی بے توقیری اور خرید و فروخت بھی دیکھی۔

اُس نے سیاست کے ایوانوں میں سیاست کی رسوائی بھی دیکھی۔

وہ دیکھتا چلا گیا.....!

بالآخر وہ ایک مرکزی چوک پر پہنچا، جہاں سول سوسائٹی کے لوگ احتجاج کر رہے تھے۔ اُس نے آگے بڑھ کر دیکھا، وہ بڑے مہذب انداز میں بینرز اور پلے کارڈز لیے کھڑے تھے۔ اُن پر جو نعرے درج تھے وہ کچھ اس طرح کے تھے:

''ہم صحت و صفائی کی سہولیات میں اضافے کا مطالبہ کرتے ہیں۔''

''نئے اور جدید ہسپتال بنائے جائیں۔''

''جو لوگ ہمارے بچوں کی صحت تباہ کر رہے ہیں، انھیں قرار واقعی سزا دی جائے۔''

''بچوں کی صحت سے کھیلنا بدترین درندگی ہے۔ ایسے درندوں کو سرعام پھانسی پر ٹانگ دیا جائے۔''

وہ یہ نعرے پڑھتا، سنتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔

ایک اور چوک پر مذہب کے نام لیواؤں کا جلوس تھا۔ اُن کے بھی وہی مطالبات تھے۔

ایک اور سڑک پر صحافیوں کا دھرنا تھا۔ اُن کے بھی یہی مطالبے تھے۔

ایک اور چورنگی پر ماؤں کا اجتماع تھا۔ وہ آنچل پھیلا کر اور دامن اٹھا اٹھا کر ان ظالموں، درندوں کو بددعائیں دے رہی تھیں، جن کی وجہ سے اُن کی اولادیں اذیت ناک موت کا شکار ہو رہی تھیں۔

پریس کلب کے سامنے وکلا، کالے کوٹ پہنے، ڈنڈے سوٹے اٹھائے دھمکیاں دے رہے تھے کہ موت کے سوداگروں کو سنگسار نہ کیا گیا تو وہ راست اقدام کریں گے۔

وزیر باتدبیر دیکھتا چلا گیا اور قوم کی بیداری، تحرک اور احساس ذمے داری کی، دل ہی دل میں تحسین کرتا گیا۔

چلتے چلتے وہ اُس مقام پہ جا پہنچا، جہاں سے ندی اس بستی میں داخل ہوتی تھی۔ یہاں تعفن کہیں زیادہ تھا۔

اُس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔

ایک پڑھا لکھا، شائستہ و نفیس شخص گزرتا نظر آیا۔ اُس نے اسے روکا۔

''بھیا! یہ تو بتاؤ، اِس بستی میں اور بالخصوص اِس جگہ اتنی بدبو کیوں ہے.....؟''

اُس شخص نے لاپروائی سے ایک جانب اشارہ کیا۔

''اِدھر دیکھ رہے ہو؟ وہ جو نالا آ کر اِس ندی میں گر رہا ہے، وہ فیکٹریوں کا فضلہ، زہریلے کیمیکلز اور آلودہ پانی لا کر اِس ندی میں پھینک رہا ہے۔ اِس لیے یہاں اتنی زیادہ بدبو ہے۔ یہ بدبو پوری بستی میں محسوس کی جا سکتی ہے۔''

وزیر باتدبیر نے حیرت سے کہا:

''اِس نالے کو یہاں کیوں گرایا گیا ہے، جب کہ اسی ندی کا پانی پوری بستی استعمال کرتی ہے؟''

مہذب راہگیر نے اسی استغنا سے پوچھا:

''تو پھر اور کہاں لے جائیں اُسے.....؟''

وزیر باتدبیر نے اصرار کیا:

''مگر اِس طرح فیکٹریوں کا زہریلا فضلہ اور آلودہ پانی تمھارے پینے والے پانی میں شامل ہوتا ہے۔ اِسی لیے تو تمھارے بچے جان لیوا، موذی امراض کا شکار ہو کر سسک سسک کر مر رہے ہیں۔ کیا اتنی سی بات تم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی.....؟''

وہ اکتا کر بولا:

''مجھے نہیں پتا، یہاں تو ہمیشہ سے یہی کچھ ہوتا آ رہا ہے۔''

وزیر باتدبیر نے مخالف سمت میں ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا:

''اور وہ جو شہر میں جا بجا احتجاجی مظاہرے اور دھرنے ہو رہے ہیں اور چینلز پہ دھڑا دھڑ بحثیں تبصرے جاری ہیں تو کیا وہ اِن فیکٹری مالکان کے خلاف ہیں؟''

''نہیں تو.....!'' اُس نے وزیر باتدبیر کی کم عقلی پہ تعجب کرتے ہوئے کہا۔

''ارے بھیا! وہ لوگ تو حکومت کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں کہ وہ صحت کی سہولیات بہتر نہیں بنا رہی۔ وہ نئے ہسپتال اور ہسپتالوں میں جدید مشینری لگانے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ وہ اُن ڈاکٹروں کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں جو ڈیوٹی کرنے کی بجائے روز ہڑتال پر نکل جاتے ہیں۔ وہ اِن کیمسٹوں کو پھانسی پہ لٹکانے کا مطالبہ کر رہے ہیں جن کی نقلی دواؤں کی وجہ سے بچے موت کے گھاٹ اتر رہے ہیں۔''

وزیر باتدبیر کی حیرت دوچند ہو گئی۔

''اے میرے دانشور دوست! بیماریوں کا مرکز و منبع تو یہ گندا نالا ہے! جب تک اسے بند نہ کیا جائے گا، بچے اِسی طرح مرتے رہیں گے۔''

وہ فخریہ بولا:

''ہم نے بچوں کی آگاہی کے لیے اسکولوں اور میڈیا پر نئے کورسز شروع کروا دیے ہیں تاکہ بچے 'گڈ ٹچ' اور 'بیڈ ٹچ' کی پہچان کر کے اپنا تحفظ خود کر سکیں۔''

''مگر فساد کی جڑ تو یہ گٹر ہے.....!'' وزیر باتدبیر چلایا۔

''جب تک یہ نہیں بند ہو گا یہ مسائل اسی طرح پیدا ہوتے رہیں گے اور معاشرے کی فضا مسموم رہے گی۔ ارے بھائی! سب سے پہلے سرطان کے اِس پھوڑے کا علاج کرو۔''

مہذب راہگیر حیرت سے بولا:

''ارے میرے بھولے بھائی! عفونت کی یہ فیکٹریاں اور یہ گندا نالا ہمارے بیرونی آقاؤں کی ہیں۔ انھیں ہاتھ لگانا تو درکنار، اُن کی طرف میلی آنکھ سے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ ہمارے آقاؤں کا حکم ہے کہ اُن کی فیکٹریاں اسی طرح اپنی گندی پیداوار دیتی رہیں گی اور یہ گٹر اسی طرح گندگی اگلتا رہے گا، تاہم اُس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بیماریوں کے علاج کے لیے، ایک نمبر سے لے کر دس نمبر تک کی دوائیں بھی ہمارے آقا ہمیں فراہم کرتے رہیں گے۔''

وزیر باتدبیر اس 'حسنِ انتظام' پر گنگ کھڑا تھا کہ وہ مہذب، شائستہ، تعلیم یافتہ راہگیر، سیٹی بجاتا ہوا ایک جانب کو چل دیا۔

کچھ دیر تک دریائے حیرت اور دریائے غور و فکر میں غوطہ زن رہنے کے بعد وزیر باتدبیر نے اپنے حواس بحال کیے، زادِ راہ اپنے کندھے پہ لٹکایا اور وطن واپسی کے لیے قدم بڑھا دیے۔

بالآخر، بادشاہ سلامت کی فرمائش پوری ہو گئی تھی اور وہ ایک قوم کی قوم کی حماقت اپنے تھیلے میں باندھ کر ساتھ جا رہا تھا۔

☆☆☆

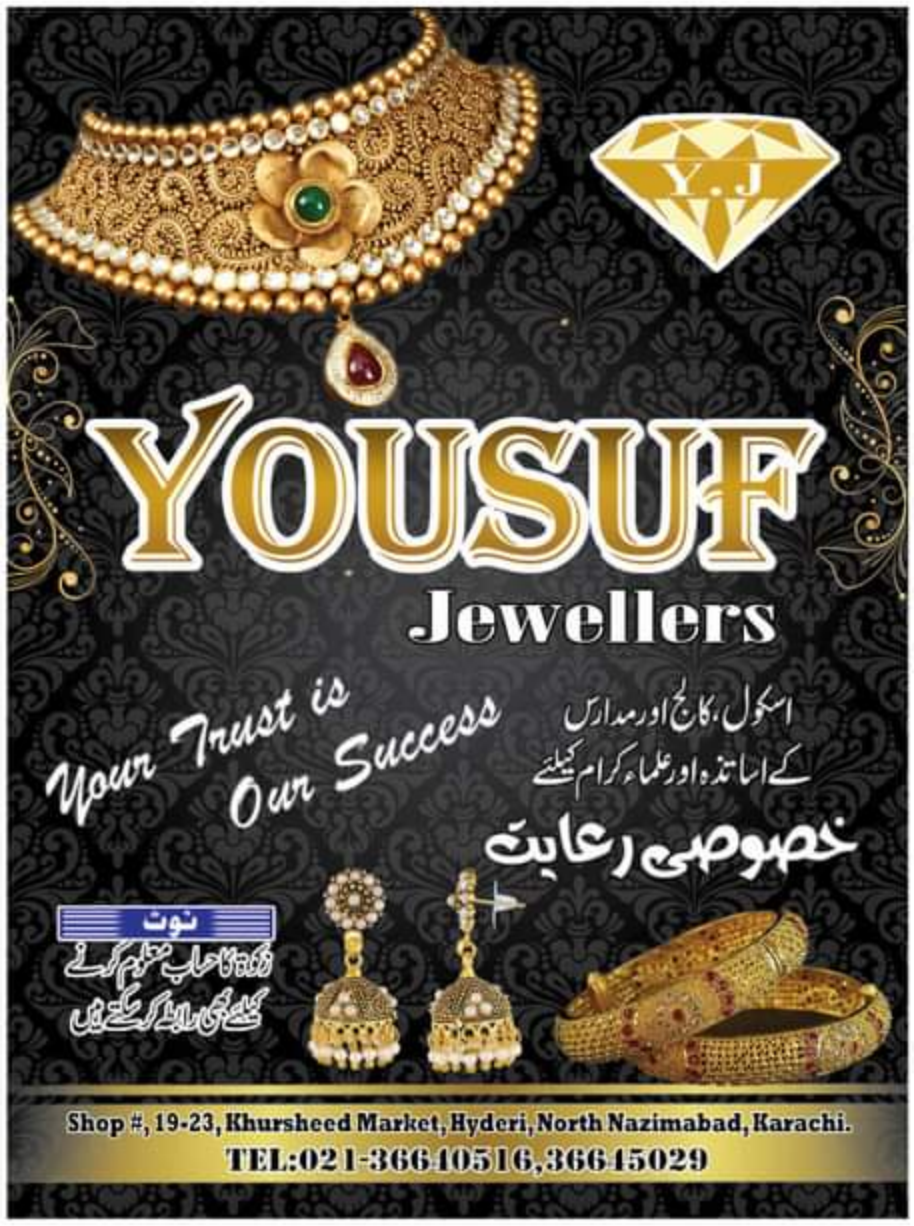

درسِ سیرت 21

خیر خواہی

سید عزیز الرحمٰن

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فرمایا:

الدین النصیحہ. (دین تو خیر خواہی کا نام ہے)

صحابہ کرام نے عرض کیا کہ کس کی خیر خواہی؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کی، اُس کی کتب کی، اُس کے رسول کی، مسلمانوں کے حاکموں کی اور عام مسلمانوں کی۔'' (مسلم)

ہمدردی اور خیر خواہی کی صفات اسلام کے مسلمہ اخلاقی تعلیمات میں سے ہیں۔ اس کا خلاصہ مختصر ترین الفاظ میں وہی ہے، جو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے (**الدین النصیحہ**) کے ذریعے بیان فرمایا کہ پورا دینِ اسلام ہی خیر خواہی کا نام ہے۔

اپنی خیر خواہی، اپنے متعلقین کی خیر خواہی، اپنے حکمرانوں اور ماتحتوں کی خیر خواہی، پھر دینِ اسلام کی، اُس کے شعائر و علامات اور متعلقات کی خیر خواہی اور پھر عامۃ الناس کی، اللہ کی ساری مخلوق کی خیر خواہی۔

اسلامی تعلیمات کا یہی تو خلاصہ ہے، اِنہی پر عمل پیرا ہونے کی اسلام تلقین کرتا ہے، اور ہماری دنیوی و اخروی ہر طرح کی فلاح و کامیابی بھی اِن ہی پر عمل پیرا ہونے میں منحصر ہے۔

اسی مفہوم کی دوسری روایت میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس حقیقت کو اس طرح بیان فرمایا:

''تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب وہ ہے جو اُس کے کنبے کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔'' (شعب الایمان)

اِس روایت میں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام مخلوق کی خیر خواہی، اُن سے ہمدردی اور اُن سے حسن سلوک کی تلقین کی ہے۔ یہ خیر خواہی اسلامی اخلاقیات کی اساس اور مہذب معاشرت کی جان ہے۔

خیر خواہی کی ایک طویل فہرست ہے، جس میں سب سے پہلے جو ذات آتی ہے وہ خود انسان کی اپنی ذات ہے۔ انسان فطرتاً جس چیز کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہے وہ اُس کا اپنا وجود ہے، وہ اُس کی بھلائی کو سب پر مقدم رکھتا ہے اور اُسی کے فائدے سے اپنی زندگی کے ہر پہلو کا آغاز کرتا ہے۔ اِس لیے خیر خواہی کا آغاز بھی اسی سے ہونا چاہیے۔ اسلام اِس فطری وصف کی رعایت رکھتے ہوئے یہی تلقین کرتا ہے کہ انسان سب سے پہلے اپنے آپ سے خیر خواہی کرے، پھر اُس کا دائرہ بڑھاتے ہوئے اپنے جیسے دوسرے انسانوں تک لے جائے۔ اِس بنا پر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی تلقین فرمائی کہ ہر انسان پر اُس کے نفس کا حق مقدم ہے، جس کی ادائی اُس کے ذمے لازم ہے۔

چناں چہ روایت میں آتا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''تمھارے بدن کا بھی تم پر حق ہے، اور تمھاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے، اور تمھاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔'' (بخاری)

اسی طرح ایک دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نفس کے حقوق کے بعض پہلوؤں کی وضاحت فرمائی۔ چناں چہ عطا بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تھے کہ ایک شخص پراگندہ سر اور بکھری ہوئی ڈاڑھی کے ساتھ داخل ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اُس کی طرف اشارہ کیا۔ گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے اپنے بال اور ڈاڑھی درست کرنے کا حکم دے رہے تھے، چناں چہ وہ لوٹ گیا اور پھر اپنی حالت درست کر کے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''کیا یہ بہتر نہیں ہے اِس سے کہ کوئی شخص تم میں سے اِس حالت میں آئے کہ اُس کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہوں، گویا کہ وہ شیطان (کوئی بھوت وغیرہ) ہے۔ (مشکوٰۃ)

پھر ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی قرار دے کر اسے ہر طرح کی خیر خواہی کا حق دار بنا دیا۔

پُرخلوص رہنمائی صحیح تشخیص اور یقینی شفاء
خواتین کے امراض کی انتہائی قابل اور ماہر کوالیفائیڈ طبیبہ لاریب صدیقی صاحبہ 30 سال سے آن لائن مریضوں کو مشورہ دیتی ہیں۔
فوائد
نسخہ سوغات نسواں جواہراتی
دافع، ورم رحم، بندش حیض، وزن کی زیادتی، چہرے کے بال، چہرے کے لال دانے، اعصابی تناؤ، اندرونی انفیکشن، ہسٹریا کے مرض کو رفع کرنے کی قدیمی یقینی شفاء کی ضامن دوا ہے۔
قائم شدہ 1990ء
صرف خواتین رابطہ کریں ہیلپ لائن رہنمائی
نعمت الخیر 0322-8478475 جاز

ایک روایت میں فرمایا:

''ایک مومن، دوسرے مومن کے لیے ایک عمارت کی طرح ہے، جس کا ہر حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط بناتا ہے۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر کے بتایا کہ یوں۔ (مسلم)

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مومن، مومن کا آئینہ ہے اور مومن، مومن کا بھائی ہے۔ وہ نقصان دہ چیز سے بچاتا ہے اور اُس کی غیر حاضری میں اس کی حفاظت کرتا ہے۔'' (ابوداؤد)

خیر خواہی کے اِس طویل سلسلے میں حکم رانوں کا حصہ نہایت اہم ہے۔ اِس لیے کہ انتظامی اعتبار سے اُن کی ذمے داری بہت بڑی ہے، اِس بنا پر ہادی برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں رعایا کی خیر خواہی کی بڑی تاکید فرمائی، چناں چہ ایک روایت میں ارشاد فرمایا کہ جو امیر مسلمانوں کے معاملات کا ذمے دار ہوتے ہوئے بھی اُن کے لیے مشقت نہیں جھیلتا اور نہ اُن کی خیر خواہی کرتا ہے تو وہ اُن کے ساتھ جنت میں نہیں جائے گا۔ (بخاری)

اتنی بڑی وعید بیان فرمانے کے بعد دوسری روایت میں فرمایا:

عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کرنے والے حاکم، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو دوسرے سب لوگوں سے زیادہ پیارے اور محبوب ہوں گے اور انھیں اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب حاصل ہوگا اور (اُس کے برعکس) قیامت کے دن وہ اربابِ حکومت اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ مغبوض اور سخت ترین عذاب میں مبتلا ہوں گے، جو ظلم اور ناانصافی کے ساتھ حکومت کریں گے۔ (ترمذی)

پھر رعایا کو بھی حکم رانوں کی خیر خواہی کی تلقین فرمائی اور اُن کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرح لازم قرار دیا، اور فرمایا کہ جب تک حاکم غلط کام کا حکم نہ دے، رعایا کے لیے اُس کے احکامات پر عمل کرنا ضروری ہے۔

فرمایا:

''جس نے میری اطاعت کی، اُس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی، اُس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔ امام کی مثال ڈھال جیسی ہے کہ اُس کے پیچھے رہ کر جنگ کی جاتی ہے اور اسی کے ذریعے (دشمن کے حملے سے) بچا جاتا ہے۔ پس اگر امام تمھیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کا حکم دے اور انصاف کو شعار بنائے تو اُسے اُس کا اجر ملے گا۔ لیکن اگر اِس کے خلاف کہے گا تو اُس کا گناہ اس پر ہوگا۔ (بخاری)

اِن روایات سے خیر خواہی کا اسلامی تصور بخوبی واضح ہو جاتا ہے، درحقیقت ہر ایک کی خیر خواہی اسلامی معاشرت کی جان اور اس کی خاص پہچان ہے، کاش کہ اس کی روح ہم سب میں پیدا ہو سکے۔

☆☆☆

گردہ، پتہ، ٹانسلز و ناک نہ کٹوائیں، ناک کا بڑھا ہوا گوشت، ہڈی، ٹانسلز، گردہ، پتہ، پتھری
بغیر سرجری علاج
بے اولادی۔ لیکوریا۔ رسولیاں۔ چھوٹا قد۔ کمزور بال۔ چہرے پر بال۔ ڈسٹرب ہارمون
بواسیر۔ قبض۔ گیس۔ پیریڈز کے مسائل۔ نفسیاتی مسائل۔ ٹینشن۔ ڈپریشن انزائٹی
سینہ و معدہ کی جلن۔ اولاد نرینہ۔ بلڈ پریشر۔ کمر درد۔ ڈلیوری کے بعد جسم پر
نشان و وزن بڑھنا کا شافی علاج
رابطہ
ڈاکٹر حکیم مسعود لطیف
ولیڈی طبیب ڈاکٹر مسعود لطیف
مردانہ، زنانہ اور بچگانہ
امراض کے ماہر
گھر بیٹھے دوا منگوانے
کیلئے رابطہ نمبر
0307-7006070
مشورے کا وقت:
صبح 10 بجے سے دوپہر 2 بجے
رات بعد نمازِ مغرب تا 11 بجے
آپریشن کروانے سے پہلے ایک بار مشورہ کیلئے ضرور رابطہ کریں
کینسر کے مریض بھی ایک بار ضرور رابطہ کریں

ام محمد سلمان

نورُالاسلام

قیامِ پاکستان اور ہجرت کے پس منظر میں لکھی گئی ایک چشم کشا درد بھری سچی کہانی جو یقیناً آپ کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کردے گی!

جاتی سردیوں کے دن تھے۔ دھوپ میں تمازت تھی، مگر ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں کی وجہ سے ناگوار نہیں گزر رہی تھی۔ عائشہ صحن میں واشنگ مشین لگائے کپڑے دھونے میں مصروف تھی۔ ماں جی وہیں دیوار کے ساتھ بچھے تخت پر سبزی بنا رہی تھیں۔ آج عائشہ کی فرمائش پر سبزی پلاؤ بنانے کا ارادہ تھا۔

نل کے نیچے کپڑے کھنگالتے ہوئے عائشہ کی نظریں یوں ہی اوپر کی طرف اٹھ گئیں، صحن کے ایک کونے میں لگے سکھ چین کے درخت پر چڑیاں چہچہا رہی تھیں۔ درخت کے نیچے دو قطاروں میں کافی سارے گملے رکھے تھے جن میں گل داؤدی، سورج مکھی اور دیگر کئی طرح کے پھول اپنی بہار دکھا رہے تھے۔

عائشہ اس منظر میں کھوسی گئی۔ ماں جی کی نظر پڑی تو آواز لگائی:

''عائشہ بیٹی! کپڑوں کی طرف بھی دھیان دو۔''

اُس نے ایک بھرپور نظر آسمان کی طرف ڈالی اور ماں جی سے بولی:

''ہائے اللہ! ماں جی کتنا پیارا موسم ہے۔ دیکھیں تو سہی! نیلا آسمان، اُس پر ٹکڑیوں کی صورت میں کہیں کہیں تیرتے سفید براق بادل، دہکتا سورج، چمکتی دھوپ، ٹھنڈی ہوائیں اور یہ مہکتے پھول سب کچھ کتنا خوب صورت اور مسحور کن ہے ماں جی! بے ساختہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری پر پیار آنے لگتا ہے۔

سبحان الله و بحمده سبحان الله العظيم.

عائشہ نے بڑے جذب سے پڑھا۔

ماں جی مسکرا کر اپنی پیاری بیٹی کو دیکھنے لگیں۔

سادہ سی عائشہ قدرت کے حسین نظاروں میں ایسے ہی گم ہو جاتی تھی۔

''یہ دنیا کتنی خوب صورت ہے ماں جی! یہ سب کچھ کتنا اچھا لگتا ہے۔''

''ہاں بیٹی! رب نے اپنی قدرت کے جلوے چار سو دکھائے ہیں۔ ہر طرف اسی کی صناعی نظر آتی ہے۔''

''ماں جی! نانی اماں آج کتنا لمبا سو گئی ہیں۔ دس بجے چاشت کی نماز پڑھ کے جو سوئیں تو اب تک نہیں اٹھیں۔ اب تو ظہر کی اذان ہونے والی ہے۔''

عائشہ نے کپڑے الگنی پر سکھاتے ہوئے کہا۔

اسی وقت قریب کی مسجد سے اذان کی صدا بلند ہوئی: اللہ اکبر اللہ اکبر.....!

نانی اماں ایک دم اٹھ بیٹھیں۔ ہاں ہاں بے شک بے شک! اللہ سب سے بڑا ہے۔

پھر وہ تینوں اذان کا جواب دیتی رہیں۔

دعا کے بعد نانی اماں اپنی بیٹی فردوس کی طرف مڑیں اور بڑے شگفتہ لہجے میں بولیں:

''پتا ہے فردوس! میں نے ابھی خواب میں کیا دیکھا؟''

''کیا دیکھا ماں جی.....؟''

میں نے تمھارے بابا جان کو دیکھا، جنت کے باغوں میں ٹہل رہے تھے، ہوش ربا حسن کی مالک حوریں اُن کے آس پاس چل رہی تھیں، وہ میری طرف دیکھ کر کہنے لگے:

''جلدی آ جا نور! تیرے بن جی نہیں لگتا۔ سچ میں تو شرما ہی گئی۔''

وہ کہتے کہتے جھینپ سی گئیں۔

''ارے واہ نانی اماں! چپکے چپکے نانا جی سے ملاقاتیں ہو رہی ہیں اور ہم سے کیسے چھپایا جا رہا ہے، اور کیا کہہ رہے تھے نانا جی! بتایئے نا۔''

عائشہ لاڈ سے نانی اماں کے کندھے پر جھول گئی۔

''ارے ہٹ..... بالکل ہی بے شرم ہو گئی ہے تُو تو۔ فردوس! اِس لڑکی کو سنبھال۔''

نانی نے مصنوعی غصے سے اسے الگ کیا تو عائشہ ہنستی ہوئی نماز پڑھنے چلی گئی۔

.....☆.....

نانی اماں کی عمر ترانوے سال ہو گئی تھی، مگر آج بھی قابلِ رشک صحت کی مالک تھیں۔ جو انھیں پہلی بار دیکھتا وہ تو یقین ہی نہیں کرتا تھا کہ اُن کی اتنی عمر ہو چکی ہے، اور واقعی اللہ کا خاص کرم تھا اُن پر۔ اِس عمر میں بھی نگاہوں کی روشنی برقرار تھی۔ ابھی تک سوئی میں دھاگا خود ہی ڈال لیتی تھیں۔ سر کے بال اگرچہ سفید ہو گئے تھے، لیکن ابھی تک گھنے اور لمبے تھے۔

نانی اماں کا نام 'نورالاسلام' تھا، جسے ہمیشہ بڑے فخر سے بتایا کرتیں۔

نورالاسلام اُن نفوس میں سے تھیں، جنھوں نے قیامِ پاکستان کی جدوجہد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور وطنِ عزیز کی خاطر بیش بہا قربانیاں دیں۔

جب کبھی موڈ میں ہوتیں تو فردوس اور عائشہ کو اکثر اپنی جوانی کے قصے سنایا کرتیں۔ لدھیانہ میں اُن کا بہت بڑا گھر تھا۔ وہ ایک بہت امیر کبیر اور علمی و ادبی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ غالب، میر تقی میر اور میر درد کی شاعری کا بڑا حصہ انھیں اب تک زبانی یاد تھا۔ خاص طور پر علامہ اقبال کی شاعری کی تو سب کتابیں گویا ازبر تھیں۔ اکثر اپنے بابا جان یعنی فردوس کے نانا کی باتیں بتایا کرتیں۔ ایک دن بہت موڈ میں تھیں، بولیں:

''جانتی ہو فردوس! بابا جان نے ہماری بہترین تربیت کی۔ ہمارے گھر کا ماحول بہت سلجھا ہوا تھا۔ بڑوں کی عزت، چھوٹوں پر شفقت اور ملازمین کے ساتھ نہایت نرم اور فراخ دلانہ رویہ رکھا جاتا، اور اُس میں ہندو مسلم کی کوئی قید نہیں تھی۔ بابا جان اور تایا جان وغیرہ ضرورت مند ہندو اور سکھوں کی بھی ایسے ہی مدد کرتے، جیسے غریب مسلمانوں کی۔ کبھی کوئی امتیاز نہیں رکھا۔

بابا جان ایک بہت بڑے عالمِ دین تھے۔ زیادہ تر وقت مدرسہ اور

دین کی تبلیغ واشاعت میں صرف کرتے۔ ہمیں قرآن کی تفسیر ایسے دل نشین انداز میں پڑھاتے تھے کہ ایک ایک حرف سماعتوں میں محفوظ ہو جاتا تھا۔ وہ کہتے تھے سب سے اچھی عورت وہ ہے جو کبھی کسی نامحرم کی طرف نظر نہ ڈالے، جانتی ہو فردوس! ہمیں عادت ہی نہ تھی نظر اٹھانے کی۔ صرف نامحرم کی ہی بات نہیں ہم ہر اُس چیز سے نظر چرا لیتے تھے جو ہمیں اللہ کی یاد سے غافل کر دے۔ شاید اِسی وجہ سے میری نظر اب تک اتنی اچھی ہے کہ کبھی چشمے کی ضرورت نہیں پڑی۔'' یہ کہہ کر ہنس پڑیں۔

پھر کہنے لگیں:

''بابا جان کہتے تھے، معاشرے کے امیر لوگوں پر بڑی بھاری ذمے داری ہوتی ہے کیوں کہ غریب لوگ اُن جیسا بننے کے چکر میں اُن کی تقلید کرتے ہیں۔ اِس لیے امیروں کو ایک بہترین نمونہ بننا چاہیے اور کوئی ایسی روش اختیار نہیں کرنی چاہیے، جس سے معاشرے میں بدامنی پھیلے یا لوگ بے راہ روی کا شکار ہوں۔''

''جی اماں جی! نانا جی کی باتیں تو سنہرے قلم سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔''

فردوس نے عقیدت سے کہا۔

''اچھا اماں جی! آج رات کو ہمارے ساتھ چلیے گا۔ وہ ہماری رشتے کی پھپو زینب کے پوتے کی شادی ہوئی ہے نا! تو اُن کا ولیمہ ہے آج۔ اچھے سادہ لوگ ہیں، آپ تو جانتی ہی ہیں انھیں۔ میرے خیال سے وہاں تقریب میں کوئی ایسی غیر شرعی بات نہیں ہوگی، جس سے ہمیں الجھن ہو۔ اِس لیے ہمیں ضرور جانا چاہیے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟''

''چلو ٹھیک ہے فردوس! تم کہتی ہو تو چلے چلیں گے۔ اِس بہانے خاندان کے دیگر لوگوں سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔ پھر جانے کب اس ذاتِ باری کا بلاوا آ جائے۔''

.....☆.....

رات ہوئی تو عائشہ کے ابو جی اور بڑے بھائی کے ساتھ وہ سب ولیمے کی تقریب میں چلے گئے۔

ہال میں داخل ہوتے ہی انھیں حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔ انھوں نے مرد و خواتین کے بیٹھنے کا انتظام ایک ساتھ ہی کر رکھا تھا۔ خیر اب آئے تھے تو ایک کونے میں بیٹھ گئے۔

وہ تینوں خواتین تو ویسے بھی مکمل حجاب اور نقاب میں تھیں۔ نانی اماں اِس عمر میں بھی چہرے کا پردہ کرتی تھیں اور راستہ چلتے ہوئے نگاہیں تو گویا زمین میں گڑائے رکھتیں۔

مگر یہاں بیٹھتے ہی اپنوں کی تلاش میں نظریں دوڑائیں تو ہکا بکا رہ گئیں۔

''ارے فردوس! یہ تم مجھے کہاں لے آئیں۔ یہ اِن عورتوں اور لڑکیوں نے کیسے کپڑے پہن رکھے ہیں؟ ننگے سر، ننگے بازو، اتنے بڑے بڑے گلے، کھلی کمر، پاجامہ آدھی پنڈلیوں تک چڑھا ہوا۔ کیا ہے یہ سب؟ یہ اونچے اونچے جوڑے، خوشبو کی لپٹیں، چنگھاڑتے میک اپ، یہ سب کیا ہے فردوس! خدایا یہ کیسی بے راہ روی ہے۔ مجھے یہاں سے لے چلو بس۔ چلو افسر میاں یہاں سے چلو، میرا دل گھبرا رہا ہے۔''

وہ داماد کو مخاطب کرتے ہوئے بولیں۔

افسر علی نے انھیں تسلی دی۔ ''بس ابھی چلتے ہیں ماں جی! کچھ دیر بیٹھیے۔ ذرا میزبان سے مل لیں، بس پھر چلتے ہیں۔''

وہ بادل نخواستہ بیٹھ گئیں۔ مگر اب وہ ارادتاً ہال کا جائزہ لے رہی تھیں۔

تھوڑی دیر میں ہی دولھا دلھن کے اسٹیج پر تین چار مزید نئے شادی شدہ جوڑے آئے اور ہال میں اچانک اندھیرا چھا گیا۔

اب صرف اسٹیج پر ست رنگی روشنی نظر آ رہی تھی، پھر میوزک سسٹم بج اٹھا اور وہ سارے جوڑے اسٹیج پر انگ سے انگ ملا کر رقص کرنے لگے۔

باقی لوگ اسٹیج کے اردگرد کھڑے ہو کر تالیاں بجا رہے تھے۔

لوگ ہنس رہے تھے، قہقہے لگا رہے تھے، ایک دوسرے کو چھیڑ رہے تھے۔

اماں جی تو گویا سکتے میں آ گئی تھیں۔ ایسا منظر تو انھوں نے کبھی خواب میں بھی نہ سوچا تھا۔

''میرا دل پھٹ جائے گا فردوس! مجھے یہاں سے لے چلو، خدا کے واسطے مجھے یہاں سے لے چلو! یہ کیا بدتہذیبی ہے۔ یہ کس بے شرمی سے ناچ رہے ہیں۔ یہ، یہ مسلمانوں کی شادی ہے؟ اِن ناچنے والیوں کے باپ بھائی کہاں ہیں؟ اُن کی غیرت مر گئی ہے کیا؟ کس طرح مجمع میں اپنی بہنوں بیٹیوں کو نچا رہے ہیں۔ بھلا شادی ایسے بے حیائی سے کی جاتی ہے؟ کیا ہم نے پاکستان ایسی رنگ رلیاں منانے کے لیے حاصل کیا تھا؟ افسر علی! جاؤ انھیں روکو۔ فردوس! تم زینب کو بلاؤ کہاں ہے وہ؟ میں اُس سے بات کرتی ہوں۔ یہ کیا کوٹھا سجا دیا ہے اُس نے ولیمے کی تقریب میں!''

''اماں جی! خدارا آہستہ بولیے۔ کوئی سنے گا تو ایک ہنگامہ کھڑا ہو جائے گا۔''

اور پھر وہ لوگ وہاں مزید نہیں رکے۔ نانی اماں کی حالت بہت خراب تھی۔ انھوں نے کئی برسوں سے گھر سے باہر نکلنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ گھر میں ٹی وی اور انٹرنیٹ جیسی کوئی خرافات نہ تھی کہ زمانے کے بدلتے رنگوں سے آشنا ہوتیں۔ ولیمے کی تقریب کا یہ حال دیکھ کر انھیں انتہائی صدمہ پہنچا تھا۔

دوسرے دن صبح کے وقت بھی گم صم بیٹھی تھیں۔ ناشتا بھی برائے نام کیا۔ آنکھوں میں گہرے دکھ کے سائے تھے۔

''فردوس.....!'' انھوں نے بڑی یاسیت سے اپنی بیٹی کو پکارا۔

''جی اماں جی! کہیے۔'' انھوں نے سعادت مندی سے جواب دیا۔

''میری زندگی گزر گئی تمھیں ہجرت کے دردناک واقعات سناتے سناتے، وہ سب بھی جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے اور بھی جو مجھے تمھارے بابا جان وجاہت علی نے سنائے۔ میں کبھی اِن واقعات وحادثات کو بھول ہی نہیں سکی۔ یہ ہمیشہ سائے کی طرح میرے ساتھ رہتے ہیں۔ مجھے کبھی اپنے مقصد سے غافل نہیں ہونے دیتے۔ عائشہ عائشہ یوسف! کہاں ہو تم دونوں؟ اِدھر آؤ میرے پاس۔''

انھوں نے بے قراری سے نواسی نواسے کو پکارا۔

دونوں اُن کے قریب ہو گئے۔

''جی نانی اماں!'' وہ یک زبان ہو کر بولے۔

''میرے بچو! تم اِس بے حیائی میں اپنا حصہ کبھی مت ڈالنا۔ تمھیں بتایا تھا نا،

پاکستان تو شرم وحیا کے لیے بنایا گیا تھا۔ بھلا حیا کے بغیر ایمان کہاں مکمل ہوتا ہے۔

عائشہ! میری بچی! یہ حیا کی چادر کبھی سر سے نہ سرکنے دینا۔

یوسف بیٹے! تم بھی سن لو، اپنے بڑوں کی قربانیوں کو کبھی رائیگاں مت جانے دینا۔ اسلامی اقدار کا ہمیشہ پاس رکھنا۔ اِس ملک وملت کی حفاظت اور نگہداشت اب تمھارے جیسے نوجوانوں کے ہاتھ میں ہے۔ اگر تم لوگ ہی اپنے مقصد سے غافل ہوکر ناچ گانے میں لگ گئے تو دشمن ہمیں زیر کردے گا، ذلیل ورسوا کردے گا۔ آج کی نسل نے غلامی کے وہ دن نہیں دیکھے جو ہم لوگ کاٹ کر آئے ہیں۔ غیر قوموں کی بدلتی ہوئی آنکھیں نہیں دیکھیں، اسی لیے اتنے بے خوف ہیں۔ کاش کوئی انھیں سمجھائے، یہ وقت رنگ رلیاں منانے کا نہیں بلکہ اپنے فرائض کی بہتر انجام دہی کا ہے۔

وقتِ فرصت ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

انھوں نے بڑے جذب سے شعر پڑھا۔

تمھیں پتا ہے جس وقت قیام پاکستان کا اعلان ہوا تھا تو کیسے فسادات پھوٹ پڑے تھے۔

ہندوں، سکھوں اور عیسائی برادری سے بالکل برداشت نہیں ہو رہا تھا کہ مسلمان ایک علیحدہ وطن میں جا کر سکون سے رہیں۔ خاص طور پر ہندوں اور سکھوں نے تو ظلم کی ہر حد پار کردی تھی۔ (جاری ہے)

علوم قرآنیہ ونبویہ کے شائقین کیلیے
بشارت عظمیٰ
بذریعہ ڈاک گھر بیٹھے طلباء وطالبات کورس کر کے سند حاصل کریں۔
اپنی نوعیت کا منفرد سلسلہ ہر مسلمان کی اولین ضرورت
ششماہی ترجمہ ومطالعہ قرآن کورس
ششماہی فہم تجوید کورس
پراسپکٹس وداخلہ کیلیے خواہشمند طلباء وطالبات فوری رابطہ کریں۔
العثمانی اوپن علوم قرآنیہ ونبویہ اکیڈمی
رابطہ آفس نیو کشمیر مارکیٹ، بالائی منزل۔ سپلائی بازار۔ راولاکوٹ۔ ضلع پونچھ۔ آزاد کشمیر
رابطہ نمبرز۔ 0314-5233207-0334-5761474

مِثالی نمُونہ

امی جان نے گھر میں داخل ہوتے ہی کہا:

”بیٹا! میں اِس بار خواتین کے اسلام کے بہت سارے پرانے رسالے لائی ہوں۔ ایک ناول ’چشم تحیر‘ کی اِس میں اقساط ہیں، تم دونوں نے اِس ناول کو بغور پڑھنا ہے پھر میرے ساتھ اُس پر بات کرنی ہے۔“

امی جان بہاولپور آئی ہوئی تھیں۔

ہم دونوں بہنیں تعلیم کے سلسلے میں اُن دنوں بہاولپور رکے ہوئے تھے۔

ہمارا آبائی شہر بھی زیادہ دور نہیں تھا۔ امی ہر ہفتے ہم سے ملنے آتی تھیں۔

ساتھ ہی انھوں نے دوسری بات بھی کی۔

”اور ہاں! سالنامہ بھی آنے والا ہے اور تم دونوں نے اُس میں اپنی تحریر بھیجنی ہے۔“

ہم دونوں ہکا بکا امی جان کو دیکھنے لگے۔

انھوں نے ہمارے چہرے کے تاثرات بھانپتے ہوئے کہا:

”مجھے کوئی بہانہ نہیں چاہیے، یہ بھی پڑھائی کا حصہ ہے۔“

ہم اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

اُن کے جانے کے بعد میں کافی دن سوچتی رہی کہ کس عنوان پر تحریر لکھی جائے، پھر ہمت کر کے تربیت کے حوالے سے لکھنے کی ٹھانی۔ اپنی اِس تحریر میں، میں یہ نہیں لکھوں گی کہ تربیت کیسے کرنی ہے بلکہ یہ بتاؤں گی کہ ہماری تربیت کیسے ہوئی؟

میں یہ تو نہیں کہہ سکتی کہ ہماری تربیت بہت معیاری ہوئی ہے، لیکن آج کے اِس پرفتن دور میں جو دینی تربیت معاشرے کا خاصہ ہونی چاہیے، وہ بچوں کی پہنچ سے کوسوں دور ہے۔ میرے والدین نے اپنی زندگی میں کچھ سنہرے اصول بنائے اور پھر وہ اُن کا کردار بن گئے اور ہمیں پتا بھی نہ چلا کہ وہ کب ہماری تربیت میں شامل ہوگئے۔

☆ ہمارے ماں باپ نے ہمیں بچپن میں کبھی براہِ راست نماز پڑھنے کو نہیں کہا۔ بس بچپن میں چھوٹی چھوٹی جائے نمازیں لادیں اور جب وہ نمازیں پڑھنے لگتے تو ہمیں بھی کہتے کہ تمھاری جائے نماز کہاں ہے؟

اِس طرح تین، چار سال کی عمر سے شروع ہونے والا یہ عمل پختہ ہوگیا۔ اتنا پختہ کہ تعلیم کے دوران میں ایک بار ہاسٹل میں شفٹ ہونا پڑا تو پہلے دن جب تمام طالبات اپنے کمرے کی صفائی ستھرائی اور زیب وآرائش میں مصروف تھیں، میں نے ہاسٹل وارڈن سے پوچھا: ”میم! آپ کو قبلہ رخ معلوم ہے؟ میری نماز قضا ہو رہی ہے۔“

وارڈن آنٹی کی حیرت مجھے آج بھی یاد ہے، جیسے میں نے کوئی

انہونی بات کردی تھی۔

☆ امی جان اور ابا جان چوں کہ مدرسے سے منسلک ہیں تو اتوار ہو یا کوئی چھٹی کا دن، ہمیں کسی پارک وغیرہ لے جانے کی بجائے ہمیشہ اپنے ساتھ مدرسہ لے گئے اور اکثر و بیشتر دینی اجتماعات میں بھی لے گئے۔ بھائی بابا کے ساتھ مردوں والے حصے میں ہوتے اور ہم امی جان کے ساتھ۔ اِن بابرکت محفلوں اور بیانات کا اثر یہ ہوا کہ بچپن میں ہی ہمیں تمام انبیاء، صحابہ کرام اور اولیاء کرام کے قصے یاد ہوگئے۔ بہت ساری احادیث مبارکہ اور قرآن کریم کی آیات کا ترجمہ بھی خود بخود یاد ہوگیا۔

☆ امی جان اور ابا جان کو پردے کے لیے زبردستی نہیں کرنی پڑی بلکہ انھوں نے ہمارے لیے راستے ہموار کرنے شروع کر دیے تاکہ پردہ مشکل نہ لگے۔ گھر کا ماحول اور اسلام کے اَحکام اِس قدر ذہن نشین ہو چکے تھے کہ بالغ ہوتے ہی ہم نے پردہ شروع کر دیا، جیسے ہی پردہ شروع کیا تو پتا چلا کہ ہمارے گھر میں کزنز کا آنا جانا ممنوع قرار دے دیا گیا ہے۔ اب جب وہ آتے تو بیٹھک تک محدود رہتے۔

☆ ماں باپ کا احترام تو درس سننے سے پیدا ہو ہی گیا تھا، لیکن بابا اور امی جان نے کبھی ہمارے سامنے لڑائی نہیں کی۔ جب خاندانوں کا اَکٹھ ہوا، کسی خوشی یا غمی کے موقع پر غصے اور بدتمیزی سے گریز کیا۔ نہ ہی ہم نے انھیں کبھی گالم گلوچ کرتے اور کسی کی غیبت کرتے سنا۔ گفتگو کا انداز دونوں کا نہایت ہی نرم اور دھیما تھا۔

☆ جب میں نے میٹرک کے بعد آگے پڑھنے کی ضد کی تو انھوں نے شرط رکھی کہ درسِ نظامی بھی ضرور پڑھنا ہے۔ اِس طرح ہم سب بہن بھائیوں نے میٹرک کے بعد درس نظامی بھی مکمل پڑھا اور عصری تعلیم بھی جاری رکھی، یوں اگر ایک طرف ہمارا ایم اے مکمل ہوا تو ساتھ ہی عالمہ کا کورس بھی مکمل ہوگیا۔

☆ بابا سے جب بھی پیسے مانگے تو آگے سے یہی سنا کہ اللہ سے مانگو یا پھر کہتے اللہ دے گا۔ ہماری اللہ سے مانگنے کی عادت پختہ کروائی اور پھر بڑی حکمت سے ہماری ضرورت پوری کر دی۔ انھوں نے کبھی بچپن میں ہمیں خرچی نہیں دی۔ کہتے تھے کہ جو لینا ہے بتا دو۔ ہم بتا دیتے اور وہ لے دیتے۔ پھل وغیرہ بھی خوب لاتے اور بڑے پیار سے سمجھاتے کہ اِس میں صحت ہے اور جو پاپڑ، ٹافیاں تم کھاتے ہو، اُس میں بیماری ہے۔

اِس طرح ہم فضول خرچی کی عادت سے دور رہے۔ اب بھی وہ پیسے دیں تو خرچ کرنے کے بعد اکثر پوچھتے ہیں کہ کہاں کہاں خرچ کیا؟ اس وقت بے ساختہ یاد آتا ہے کہ قیامت کے دن بھی ایسے ہی حساب ہوگا۔

☆ بابا نے کبھی گھر میں ملازمہ نہیں رکھنے دی۔ بچپن میں امی جان کو اکیلے کام کرتے دیکھ کر سب بہن بھائی اُن کی مدد کرواتے تھے اور یہ عادت بڑے ہو کر بھی نہیں گئی۔

ہم سب کو اپنا کام امی جان کو کہنے کی بجائے خود کرنے کی عادت ہے۔ امی جان کو کچھ ضروری کاموں کی وجہ سے کچھ دنوں کے لیے کہیں جانا پڑ جاتا تھا، تو اتفاق سے ہم سب بہنوں نے پہلی روٹی، پہلا سالن، پہلی چائے اور پہلا انڈا بابا جان کی نگرانی میں ہی بنایا۔ گھر کی صفائی خاص طور پر بیت الخلا و غسل خانے وغیرہ کی صفائی کرنا بھی بابا جان نے سکھایا۔ اِس طرح بھائیوں کو بھی پڑھائی کے ساتھ ساتھ پلمبری، الیکٹریشن، کمپیوٹر اور مسجد کی صفائی ستھرائی سے مسجد کے انتظامات سنبھالنے تک سب کچھ سکھایا گیا۔

☆ جوتے اور کپڑے ہمیشہ بہت محدود لے کر دیے۔ شادی بیاہ میں تو بہت کم، ہاں عیدین وغیرہ پر نئے ملے۔ بچپن سے ہماری یہی ذہن سازی کی کہ تم نے تمام چیزوں کا حساب دینا ہے۔ زیادہ مہنگے اور برانڈڈ کپڑے جوتے کبھی خریدے ہی نہیں، یہی سوچ کر دل کانپ جاتا کہ جب حساب دینا ہوگا تو کیا جواب دوں گی؟

☆ میں میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد کالج کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے ہاسٹل رہنے کے لیے گئی طالبات کا پہلا دن تھا تو سب سے پوچھا گیا کہ کیا کھانا ہے؟ ہر کوئی اپنی پسند کی ڈش بتانے لگا اور میں سوچ سوچ کے تھک گئی کہ مجھے کیا پسند ہے، کیوں کہ ہماری تربیت میں اِس بات کا احساس ہی نہیں دلایا گیا کہ کوئی کھانا ناپسند بھی ہوتا ہے.....!

گھر کی تربیت میں صرف ماں کا کردار اہم نہیں ہوتا، بلکہ ماں کے ساتھ باپ بھی اتنا ہی حصہ ڈالتا ہے۔ تربیت کرنے کے یے بچوں کو اصول سکھائے نہیں جاتے بلکہ اپنائے جاتے ہیں۔ اُن کی تربیت کے لیے ماحول پیدا کیا جاتا ہے۔ راستے ہموار کر کے دینے پڑتے ہیں۔ ماں باپ کو خود مثالی نمونہ بن کر دکھانا ہوتا ہے۔ امید ہے قاریات اِس میں سے تربیت کے اصول لے کر نہیں بلکہ اپنا کر اپنے بچوں کی زندگی سنواریں گی۔

☆☆☆

لعنت اللہ علی الکاذبین ترجمہ: جھوٹوں پر اللہ کی لعنت

جوھر تربوز مرکب

جسم میں ٹھنڈک، تازگی اور فرحت پیدا ہوتی ہے۔ گھبراہٹ، بے چینی اور دھڑکن کی تیزی میں سکون بخشتا ہے۔ ابتدائی یرقان، سوزاک، پیشاب میں جلن اور درد میں مفید ہے۔ آنکھوں کی گرمی، جلن، سوزش اور چہرے کی زردی دور کرتا ہے۔ ہائی بلڈ پریشر، جسم اور خون میں گرمی کی حدت کو رفع کرتا ہے۔ قیمت -/1580 روپے

خمیرہ جوھر کدو مرکب زعفرانی

یاداشت کو تیز، تیز تر اور تیز ترین بنانیوالی دوا

جوہر کدو دماغ کو کمپیوٹر کی طرح طاقت ور اور تیز بنائے۔ جوہر کدو، برین پاور اور ہائی کلاس میموری پاور ہے۔ جوہر کدو ایک مکمل میموری پیکج ہے جو ذہن کو تیز کرتا ہے۔ یاداشت کا خزانہ ہے۔ تخلیقی، ذہنی اور دماغی صلاحیتوں کو کئی گنا بڑھاتا ہے۔ قیمت -/1580 روپے

فری ہوم ڈیلوری کیلئے ملک بھر سے ابھی فون کریں اور رقم کی ادائیگی پارسل ملنے پر کریں

0308-7575668 قائم شدہ 1950 دارالخدمت

بُری عادت

انھوں نے سامنے کھیلتے بچوں میں اپنی بیٹی کو تلاش کیا، مگر وہ کہیں دکھائی نہ دی۔ کسی خیال کے تحت وہ تیز قدمی سے سیڑھیاں چڑھتی ہوئیں چھت پر پہنچیں تو اُسے اپنے مخصوص مشغلے میں مگن دیکھ کر غصے سے کھول گئیں۔

''خدا کی قسم کھاتی ہوں، اگر میں نے تمھیں آئندہ چھپ چھپ کر پڑوسیوں کے گھر جھانکتے دیکھ لیا تو یہیں سے پیٹتی ہوئی لے جاؤں گی۔''

وہ غصے سے اسے دو ہتڑ مار کر چلائیں۔

اپنی نو سالہ بیٹی ہدیٰ کی اِس عادتِ بد سے وہ سخت عاجز آچکی تھیں۔ دوسروں کی جاسوسی کرنا، ٹوہ لینا، چھپ کر دوسروں کی باتیں سننا اور خاص طور پر پڑوسیوں کے ہاں تاکا جھانکی کرنا نجانے یہ سب کہاں سے اُس میں آگیا تھا!۔

وہ بے حد حیران ہوتیں۔

اب وہ اُس کی تربیت کا خاص خیال رکھنے لگی تھیں۔

وقت گزرتا چلا گیا اور اُن کی کوشش اور مستقل نگرانی و تنبیہ سے ہدیٰ اپنی یہ بری عادت ترک کرگئی، مگر برائی کی جڑ اُس کے اندر کہیں دبی رہ گئی تھی۔

.....☆.....

ہدیٰ اُس دن بہت بیزار ہو رہی تھی۔

اِس بڑے سے گھر میں دادی اماں کے تین بیٹوں کے گھر تھے۔

اُس کے تایا ابو کے تین بچے تھے۔ بیٹی انیلہ کی انھوں نے شادی کردی تھی، جب کہ اُن کے دونوں بیٹے تعلیم کی غرض سے اسلام آباد میں مقیم تھے۔ اب تایا جان کے پورشن میں بس وہ اور تائی جان رہ گئے تھے۔

دوسرے نمبر پر ہدیٰ کے والد تھے۔ اُن کے دو ہی بچے ہدیٰ اور عباد تھے۔

سب سے آخر میں ہدیٰ کے چچا چچی تھے، جو سال قبل ایک حادثے میں اپنی اکلوتی بیٹی پندرہ سالہ عائشہ کو چھوڑ کر گزر گئے تھے۔ چچا چچی کی وفات کے بعد ہدیٰ کی امی عائشہ کو ہدیٰ کی طرح عزیز رکھتی تھیں۔ عائشہ اور ہدیٰ ہم عمر و ہم جماعت ہونے کے باوجود گھل مل نہ سکیں۔ وجہ اُن دونوں کے مختلف مزاج اور اطوار تھے۔

عائشہ تو بچپن سے ہی بہت کم گو تھی لیکن اپنے امی بابا کے چلے جانے کے بعد تو وہ بہت ہی زیادہ تنہائی پسند ہوگئی تھی۔ ہدیٰ کی امی کے بے حد خیال رکھنے اور پیار کرنے کے باوجود وہ اپنے خول میں سمٹی رہتی۔ امی بابا کے انتقال کو اِس عید پر سال پورا ہو رہا تھا۔

آج ہدیٰ صبح سے بیزار ہو رہی تھی تو یونہی عائشہ کے کمرے کی طرف چلی آئی۔

کسی کے گھر یا کمرے میں دستک دے کر اور اجازت لے کر داخل ہونا تو اُس کی سرشت میں ہی نہیں تھا، سو اپنے مخصوص انداز میں وہ چپکے سے پردہ اٹھا کر کمرے میں داخل ہوئی۔ کمرے کے اندر پہلا منظر اُس نے دیکھا کہ عائشہ کتابوں کی الماری کے پاس کھڑی ہے اور بڑے محتاط انداز میں کتابوں کے نیچے کچھ چھپا کر رکھ رہی ہے۔

یہ دیکھتے ہی اُس کے اندر وہی ٹوہ لینے والی نو سالہ ہدیٰ انگڑائی لے کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

اُس نے کچھ سوچا اور منہ سے ایک لفظ نکالے بغیر پچھلے قدموں کمرے سے باہر آگئی۔

وہ باہر تو آگئی لیکن تجسس سے اُس کا برا حال تھا۔ وہ کیا ایسی چیز ہے، جسے عائشہ سب سے چھپا رہی ہے؟ وہ رات گئے تک سوچتی رہی۔

انیسہ عائش۔ قصور

اگلے دن اُس نے بہانے بہانے سے کئی بار عائشہ کے کمرے کے چکر لگائے کہ موقع لگے تو وہ عائشہ کے راز کو جان سکے، لیکن اُسے کوئی موقع نہیں مل رہا تھا۔

شام کو وہ جب کوئی دسویں بار عائشہ کے کمرے کی طرف سن گن لینے آئی تو اُس نے پردے کی اوٹ سے دیکھا، عائشہ بیٹھی رو رہی تھی۔ اُس کے رخسار آنسوؤں سے تر تھے اور وہ ایک رومال کو تھامے یوں سونگھ رہی تھی، جیسے اُس کی خوشبو کو اپنے اندر اتار رہی ہو۔

اب تو ہدیٰ کا تجسس آسمان کو پہنچ گیا۔ رات بھر بے چینی رہی۔ آخر دوسرے دن جمعے کی شام کو اُسے اس وقت موقع مل گیا، جب امی عصر کی نماز کے بعد ہفتہ وار مستورات کے بیان میں عائشہ کو لے گئیں اور ہدیٰ طبیعت خرابی کا بہانہ بنا کر رک گئی۔

دونوں کے گھر سے باہر قدم رکھتے ہی وہ تیر کی طرح عائشہ کے کمرے میں پہنچی تھی اور اگلے دس منٹ میں وہ عائشہ کے راز سے واقف ہو کر دنگ رہ گئی تھی۔

.....☆.....

اگلا دن چھٹی کا تھا۔

عباد اور ہدیٰ سامنے بیٹھے لڈو کھیل رہے تھے۔ تائی امی قریب بیٹھی سبزی بنا رہی تھیں اور دادی اماں تخت پر بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں۔

''بیٹا! عائشہ کہاں ہے۔ نظر نہیں آرہی؟''

انھوں نے ہدیٰ کو مخاطب کیا۔

''ہوگی کہاں..... کھوئی ہوگی اپنے مسٹر ہینڈسم کی یادوں میں؟''

سدا کی منہ پھٹ ہدیٰ تو جیسے موقع کی تلاش میں تھی۔

پورے ایک دن سے اتنے بھاری راز کو لیے وہ گویا اندر ہی اندر ابل رہی تھی۔

تائی اماں اور دادی اماں تو جیسے ہکا بکا رہ گئی تھیں۔

''دماغ تو ٹھیک ہے لڑکی تیرا..... یہ کیا اول فول بک رہی ہے؟''

دادی غصے سے سرخ ہوگئیں۔ تائی اماں بھی اُسے گھور رہی تھیں۔

''سچ کہہ رہی ہوں دادی اماں! اُس کے پاس تصویریں رکھی ہیں مسٹر ہینڈسم کی اور عائشہ نے اس کے ڈھیروں تحفے بھی سنبھال رکھے ہیں، جنھیں وہ دیکھ دیکھ کر روتی ہے!''

وہ بڑی بے نیازی سے بولتی جا رہی تھی اور دونوں کی پیشانی پر ناگواری کی شکنیں پھیلتی جا رہی تھی۔

.....☆.....

دادی اماں نے امی جان کو فوراً بلایا تھا۔

امی سن رہی تھیں اور ہدیٰ کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے مسلسل نفی میں سر ہلا رہی تھیں۔

اگلے دس منٹ میں وہ دادی اماں، تائی اماں اور امی جان کو لیے عائشہ کے کمرے میں موجود تھی۔

''عائشہ بیٹی! یہ ہدیٰ کیا کہہ رہی ہے.....؟''

دادی اماں نے عائشہ کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے انتہائی نرم لہجے میں پوچھا۔

''دادی اماں! ایسا کچھ بھی نہیں ہے، جیسا آپ سمجھ رہی ہیں۔''

عائشہ نے بات سنی تو جیسے کچھ لمحوں کے لیے وہ سکتے میں چلی گئی، پھر لرزتی ہوئی آواز میں بمشکل بولی تھی۔

''مجھے معلوم ہے بیٹا.....!'' امی جان نے اُسے خود سے چمٹا لیا۔

''غلط بیانی کر رہی ہے یہ دادی! عائشہ دکھاؤ ذرا اُس مسٹر ہینڈسم کی تصویریں جنھیں تم سارا دن دیکھتی رہتی ہو اور وہ مردانہ رومال جسے تم چہرے سے لگا لگا کر روتی ہو، بلکہ تم کیا دکھاؤ گی، میں ہی دکھاتی ہوں۔''

ہدیٰ کی زبان الفاظ نہیں، زہر اگل رہی تھی۔

عائشہ کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا تھا۔

ہدیٰ آگے بڑھی، عائشہ کے بیگ سے چابیاں نکالی۔ الماری کے نچلے خانے سے بکس نکالا، کھولا اور رومال، گھڑی اور کچھ دوسری چیزیں نکال کر لہرائیں۔

''یہ دیکھیں، کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں؟''

پھر وہ فوراً کتابوں کی الماری کی طرف بڑھی اور پٹ کھول کر کتابوں کو ٹٹولنے لگی۔

اب تائی اماں اِس صورت حال کو قدرے دلچسپی سے دیکھ رہی تھیں۔

دادی اماں کے تاثرات ناقابلِ فہم تھے، البتہ ہدیٰ کی امی جان کو شدت سے کچھ غلط ہونے کا احساس ہو رہا تھا۔

اُدھر عائشہ کا رنگ فق ہو گیا تھا۔ چہرے پر چوری پکڑے جانے کے تاثرات ثبت تھے۔

اُسی وقت ہدیٰ چہکی تھی۔ شاید اُس نے مطلوبہ چیز دریافت کر لی تھی۔ پھر وہ بڑے ڈرامائی انداز میں پلٹی اور فاتحانہ مسکراہٹ چہرے پر سجائے کچھ تصویریں بستر پر پٹخ دیں۔

غیر متوقع طور پر سب سے پہلے دادی اماں نے لرزتے ہاتھوں سے تصویر کو اٹھایا، دیکھا اور ایک نظر عائشہ پر ڈالی، جس کی ٹھوڑی سینے سے آ لگی تھی۔

پھر دوبارہ تصویر کو دیکھا، اسے چوما اور بے ساختہ عائشہ کو بھینچ کر گلے سے لگا لیا۔

''عائشہ! میری بچی، میری جان.....!''

دادی اماں کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

''تو یہ تھی تیری ہر وقت کمرے میں بند ہونے کی وجہ۔؟ ہائے خود ہی اپنے غم میں گھلتی رہی، ہمیں خبر بھی نہ ہونے دی۔ سب سے چھپا کے رکھا اپنے غم کو۔''

''دادی جان! مجھے معاف کر دیں، تصویر کے گناہ ہونے کے باوجود میں نے انھیں سنبھالے رکھا، مگر میں بے بس ہو گئی تھی دادی! امی کی تو مجھے کوئی تصویر نہیں ملی مگر بابا کی یہ کالج فارم کی تصویر اور کچھ چیزیں میرے لیے زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ ہیں۔ اُن سے مجھے بابا کی خوشبو آتی ہے۔ انھیں چھوتی ہوں تو بابا کا شفقت بھرا لمس محسوس ہوتا ہے۔''

عائشہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ شاید آنسو اندر چھپاتے چھپاتے وہ بھی تھک گئی تھی۔

دادی اماں اسے اپنی بانہوں میں سمیٹے اب خود بھی بیٹے کو یاد کر کے رو رہی تھیں۔

تائی اماں کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا اور نظریں ہدیٰ کے چہرے پر جمی تھیں، جب کہ امی جان کا غصے اور شرم سے اتنا برا حال تھا کہ وہ پورے بدن سے کانپ رہی تھیں۔

اور ہدیٰ!.....اُس کے سر پر تو جیسے آسمان آ گرا تھا۔ بساط یوں پلٹی تھی کہ صرف ایک لمحے میں وہ مدعی سے مجرم بن گئی تھی۔ اُس کا دماغ ایسا ماؤف ہو گیا تھا کہ وہ دَم بخود اپنی جگہ ساکت کھڑی رہ گئی تھی۔

پھر ہدیٰ نے امی کی کٹیلی نگاہیں خود پر محسوس کیں اور اُس وقت اسے احساس ہوا کہ اُس نے کیا کر دیا تھا!۔

بے اختیار اُس کا دل چاہا کہ وہ کوئی چھڑی گھمائے اور سارا منظر غائب ہو جائے یا زمین پھٹے اور وہ اُس میں سما جائے۔

دادی اماں نے روتی ہوئی عائشہ کو ایک ہاتھ سے سمیٹتے ہوئے کھڑا کیا اور ایک قہر پاش نگاہ ہدیٰ پر ڈالتے ہوئے عائشہ کو لیے کمرے سے باہر چلی گئیں۔

تائی اماں بھی اُن کے پیچھے لپکی تھیں۔

ہدیٰ نے سوچا کہ بس اب امی جان چپل اتاریں گی اور اسے پیٹنا شروع کر دیں گی،

مگر امی جان بھی اٹھیں اور ایک لفظ اسے کہے بغیر بے جان قدموں کو گھسیٹتے ہوئے کمرے سے چلی گئیں۔

.....☆.....

اگلے کئی دن تک ہدیٰ کو اپنے اندر شدید سناٹا اترتا محسوس ہوتا رہا۔

ضمیر ہر وقت عدالت سجائے رہتا۔ ''تم نے اتنا گھٹیا بہتان لگا دیا عائشہ پر۔ اتنا بڑا بہتان۔'' وہ اپنی آگ میں جلتی رہتی۔

امی نے اُس کے بعد، اُس سے ایک لفظ بات نہیں کی تھی۔ جب کہ دادی اماں عائشہ کو اپنے پاس بٹھائے نجانے کون سے قصے سناتی رہتی تھیں۔ وہ بھی اسے مکمل نظر انداز کر رہی تھیں، اور ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ وہ دادی سے بہت بے تکلف تھی، مگر اب وہ اُن کا سامنا کرنے سے بھی بچ رہی تھی۔

اُس وقت کسی کام سے ہدیٰ اپنے کمرے سے نکلی تو اچانک دادی کی نظر اُس پر پڑی، اُن کے دل پر گھونسا سا لگا۔

اجڑے بال، مسلا ہوا ملگجی لباس، سُتے ہوئے چہرے اور سرخ سوجی ہوئی آنکھوں والی کہیں سے بھی وہ کوئل کی طرح چہکنے والی ہدیٰ نہیں لگتی تھی جو اپنی چہکار سے سارا دن انھیں مسرور کیے رکھتی تھی۔

وہ رنجیدہ ہو گئیں، انھوں نے ہدیٰ کی امی سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

امی جان نے بات سنی تو ابھی انھیں خاموش رہنے اور ہدیٰ کو نظر انداز کرنے کا کہا تاکہ ہدیٰ پشیمان ہو کر اپنے دل سے برائی کی جڑ نکال سکے۔

یہ جو بات ہوئی تھی، یہ ہرگز کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ وہ تو گھر کی بات گھر میں رہی تھی، ورنہ ہدیٰ ہی نہیں، وہ بھی کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتیں۔

آج کل وہ خود بھی ظاہراً بے نیاز مگر حقیقتاً ہدیٰ پر نظر رکھے ہوئے تھیں۔

دوسرے دن رات کے کھانے پر وہ انھیں کہیں نظر نہ آئی تو وہ اُس کے کمرے میں چلی آئیں۔

ہدیٰ عشاء کی نماز کے بعد اب دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے مناجات میں مشغول تھی۔ اُس کی ہچکیاں بندھی ہوئی تھیں۔

انھوں نے ایک ایک لفظ بغور سنا اور مسکرا دیں۔ بے ساختہ منہ سے الحمدللہ نکلا۔

اب اُن کا رخ اماں کے کمرے کی جانب تھا کہ اُن کی رنجیدگی دور کرنے کا وقت آ گیا تھا۔

☆☆☆

جدید قدرتی جڑی بوٹیاں کشتہ جات سے علاج بنا کسی سائیڈ ایفیکٹ | ہمارا طریقہ علاج پانچ ہزار سال سے رائج ہے | 124000 پیغمبر اسلام کی سنت ہے | قرآن اور حدیث سے ثابت ہے

دنیا میں کوئی ایسا مرض نہیں ہم نے جس کا علاج نہ پیدا کیا ہو (القرآن)

حکومت پاکستان سے منظور شدہ: رجسٹریشن نمبر 165773

ڈاکٹر فہیم ہربلسٹ (گولڈ میڈلسٹ)

ورکشاپ لیکچرار، مختلف تعلیمی ادارے

حجامہ سیکھئے، بمع سرٹیفکیٹ

پریکٹیکل ماہر اساتذہ، 12 مضامین

- شوگر کتنی ہی کیوں نہ بڑھتی ہو
- انسولین ہی کیوں نہ لگتی ہو
- گنج پن، ہیئر فال سے نجات
- پرانے سے پرانے درد کا خاتمہ
- ہر طرح کی مردانہ و زنانہ کمزوریوں کا خاتمہ
- انگریزی ادویات اور اس کے سائیڈ ایفیکٹ سے چھٹکارا
- ہر طرح کے زنانہ، مردانہ پیچیدہ امراض سمیت بگڑے ہوئے امراض کے ماہر
- ہر قسم کے روحانی / نفسیاتی / دماغی امراض کا علاج اصل جڑی بوٹیوں سے
- تھائی رائیڈ مردانہ زنانہ ہارمون اور موٹاپے کا خاتمہ

تمام لاعلاج بگڑے ہوئے امراض کا تسلی بخش علاج کیا جاتا ہے فائدہ اُٹھانے والے مریضوں کی ویڈیو ہمارے یوٹیوب چینل ڈاکٹر فہیم ہربلسٹ پر ضرور دیکھیں

شفاء یاب ہونے والے مریضوں اور نسخہ جات کی ویڈیوز دیکھنے کیلئے ہمارے Youtube چینل اور Facebook پیج کو لائک، شیئر اور سبسکرائب کیجئے۔

3 دن میں شوگر

بلڈ پریشر / کمزوری کنٹرول

قوت مدافعت بحال انشاءاللہ

حجامہ کا سامان دستیاب ہے DR FAHEEM HERBALIST

کراچی * کوئٹہ * ملتان * دبئی * شارجہ * کویت * سعودی عرب * بحرین

YouTube | facebook | Dr. Fahim Herbalist

کسی بھی قسم کے فری مشورے اور چیک اپ کیلئے

0307-5444381, 0313-3313381

بزمِ خواتین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

مدیر چچا! امید ہے کہ آپ خوب جاں فشانی سے بچوں کا اسلام کے سالنامے کی تیاری میں مصروف ہوں گے۔ اللہ اپنی خاص نصرت شاملِ حال فرمائیں۔ شاید اِس وقت ہمارا یہ خط اور فرمائش بے جا ہو مگر ہمیں آپ کے ضبط کا یقین ہے۔ ہماری فرمائش ہے کہ خواتین کا اسلام میں درسِ سیرت کے ساتھ ہی نیا ناول شروع کر دیں۔ آخر پہلے بھی تو بیک وقت دو قسط وار سلسلے چلتے رہے ہیں ہیں۔ اِس طرح ہمیں درس سیرت پڑھنے میں بھی زیادہ مزہ آئے گا، جب اطمینان و تسکین طبع کا سامان بھی ساتھ ہوگا۔ میری رائے میں تو ہزار خوبصورت کہانیاں بھی ایک ناول کی جگہ نہیں لے سکتیں۔ اللہ کرے کہ آپ کا 'عنقریب' قریب آ جائے۔ ہماری ہدایت اور امتحانات کے لیے بھی دعا کیجیے گا۔ (بنت ڈاکٹر لیاقت علی وہاڑی)

ج: اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا آخرت کے ہر امتحان میں سرخ رُو فرمائے، آمین!۔ آپ کی غلط فہمی دور کیے دیتے ہیں کہ ناول میں تاخیر سلسلہ 'درسِ سیرت' کی وجہ سے نہیں ہے۔ ویسے بھی درسِ سیرت بزم خواتین کی طرح کا ایک سلسلہ ہے، قسط وار نہیں ہے۔ ہر بار مکمل مضمون ہوتا ہے۔ ناول 'عنقریب' شروع ہوگا۔ آپ بس اِس عنقریب کے لیے دعا کیجیے!

چاچو جان! میں نے پہلے بھی کچھ چیزیں بھیجی تھیں، کیا وہ نا قابلِ اشاعت ہو گئیں؟ خواتین کا اسلام روز بہ روز بہتر ہوتا جا رہا ہے۔ 'روح شکستہ' بہت اچھی لگی۔ ریتڑہ کے قارئین بھی اب کبھی کبھی نظر آ جاتے ہیں۔ ساجدہ غلام محمد صاحبہ اور رفعت سعدی صاحبہ کہاں گم ہیں؟ ہماری چیزیں کچھ نہ کچھ شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں۔ (خولا شفیق۔ تھانہ ریتڑہ)

ج: دے دیا موقع، اب کیجیے شکریہ!

میں 'خواتین کا اسلام' کی خاموش قاریہ ہوں۔ آج میں نے ہمت کر کے قلم اُٹھایا ہے، امید ہے آپ میرا خط ضرور شائع کریں گے۔ آپ مجھے کہانی لکھنے کا طریقہ بتائیں۔ میں نے سنا ہے کہ کہانی لکھنے سے پہلے آپ سے اجازت لینی پڑتی ہے۔ آپ کے دونوں رسالے بہت اچھے جا رہے ہیں۔ (بنتِ سلیم اللہ خان۔ میانوالی)

ج: کہانی لکھنے کا طریقہ تو کون گھول کر پلا سکتا ہے، ہاں کہانی بھیجنے کے لیے کسی قسم کی کوئی اجازت نہیں لینی پڑتی۔ آپ نے غلط سنا ہے۔ ویسے مفت کا لیکن قیمتی مشورہ یہ ہے کہ کہانی فی الحال نہ بھیجیں۔ مضامین کی کمی رہتی ہے، اچھا سا کوئی مضمون لکھ بھیجیں۔

شمارہ نمبر 937 دیکھ کر دل مرجھا سا گیا کیوں کہ نہ 'آئینہ گفتار' تھا نہ ہی 'بزمِ خواتین' اور ہمیں یہ دونوں سلسلے ہی رسالے کی جان لگتے ہیں۔ خیر باقی رسالہ بھی کافی اچھا تھا۔ 'راہِ ہدایت کے مسافر' بہت ہی دل کو بھائی۔ 'قصور کس کا' پڑھ کر بہت غم و افسوس ہوا۔ 'زینب آپا' کو پڑھ کر ایمان تازہ ہوا کہ ایک غیر مسلم عورت اتنی اچھی باعمل مسلمان بن گئی اور آج ہم مسلمانوں کا حال کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ 'گھریلو کام کیسے نمٹائیں' بھی بہت اچھی تھی اور آخر میں تلبینہ کی مصنفہ کا نام اُم فروہ پڑھ کر ہمیں اپنی پھوپی یاد آ گئیں، کیوں کہ وہ بھی اُم فروہ ہیں اور کراچی ہی میں رہائش پذیر ہیں۔ مدیر انکل! آپ سے ایک بات پوچھنی تھی کہ 'خواتین کا اسلام' میں ایسے واقعات لکھ کر بھیج سکتے ہیں جو اولیاء اللہ پر بطورِ کرامت کے منکشف ہوتے ہیں؟ (م، ج۔ ٹنڈو آدم)

ج: کبھی کسی مضمون کے ذیل میں کبھی کوئی مشہور کرامت ضمناً ذکر ہو جائے تو اور بات ہے، لیکن خصوصیت کے ساتھ کرامتوں کا بیان اور خاص کر کشف وغیرہ کا بیان ایک عوامی پرچے میں مناسب نہیں ہوتا۔

شمارہ نمبر 936 کی سب سے بہترین تحریر عفت مظہر صاحبہ کی 'اعتماد' لگی۔ منفرد موضوع اور چونکا دینے والا اختتامیہ، واہ جی واہ! محترم شاہد صاحب نے مزاح سے پُر تحریر رقم کی، خاص کر اِس جملے پر بے ساختہ ہنسی آئی: ''شکر ہے مکان اپنا تھا ورنہ مالک مکان ضرور پوچھتا کہ میاں! وہ جو دو بزرگ ہستیاں تھیں، اُن کا کیا بنا؟'' اسما عامر صاحبہ نے بے حد اچھا کام کیا۔ نائلہ گوہر کا نام پہلی بار پڑھا۔ بہر حال تحریر بہترین ہے۔ ہمیں معاشرے کی عکاس لگی۔ درسِ سیرت صرف پڑھنے کے لیے نہیں، دل میں جمانے اور عملی زندگی میں لانے کی ضرورت ہے۔ شازیہ آپا نے کیا موضوع چھیڑ دیا۔ استانی جی کی 'اردش' پڑھ کر مسکرائے بنا نہ رہ سکے۔ شمارہ 937 میں بھی سیکھنے کے لیے بہت کچھ تھا۔ 'زینب آپا' تحریر امت کی بیٹیوں کو اہم سبق دے رہی تھی۔ اُم محمد صاحبہ نے منٹوں میں کام کرنے کا ہنر سکھا دیا۔ 'قصور کس کا' سچی کہانی لگی۔ دل دکھ سے بھر گیا۔ چچا جی! دو ہفتوں کا ناغہ کوئی اچھی بات تو نہیں نا؟ ارے بھئی وہی آئینہ گفتار کا ناغہ کہہ رہے ہیں ہم! (بنت البحر۔ ٹنڈو آدم)

ج: دو ہفتوں کی غیر حاضری کے بعد تین ہفتوں کی حاضری دی، پھر دو ہفتوں کا ناغہ کیا اور آج پھر یہ ارادہ لے کر حاضر ہوئے ہیں کہ مزید دو ہفتے تو اِن شاء اللہ 'گفتار کے غازی' بنیں گے۔ اللہ ہمت دے۔

کیا حال ہے چاچو جان! ہم بہت عرصے بعد خط لکھ رہے ہیں، لیکن مجال ہے جو کسی نے نوٹس لیا ہو۔ آپ کا تو چلو بہانہ ٹھیک ہے کہ اتنے قارئین میں ہم آپ جیسی چھوٹی سی قاری کو کیسے یاد کرتے، لیکن قارئین میں سے بھی تو کسی نے یک سطری خیریت نہیں پوچھی۔ ہم بڑی امید سے دیکھتے رہے، بالآخر مایوس ہو کر خود ہی قلم اُٹھا لیا۔ جہاں تک رسالے کی بات ہے تو وہ ایسے جا رہا ہے کہ میرے خیال میں اسے ایوارڈ ملنا چاہیے۔ عشوا رانا کی مختصر کہانیاں بہت اچھی ہوتی ہیں۔ خواتین کے دینی مسائل پڑھ کر اپنا ایک بہت اہم مسئلہ یاد آ گیا۔ ایک خاتون کے مدرسے کی ایک برانچ ہمارے شہر میں ہے، ہمارے علم کے مطابق وہ لوگ علمی لحاظ سے ٹھیک نہیں۔ آپ ہمارا مسئلہ حل کر دیں۔ ہم آپ کے بہت مشکور رہیں گے۔ دو ملاقاتیں پڑھ کر دل مچل اُٹھا۔ ہم اہلیہ ڈاکٹر ناصر الدین کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ 'بچے من کے سچے' بہت پسند آئی۔ 'رب کی حکمتیں' پڑھ کر تنزیلہ بنت اختر محمود پر بہت رشک آیا۔ 'بالشت بھر کی عورت' واقعی میں ہمیشہ نیک گمان رکھنا چاہیے۔ اگر ٹیڑھی نظر سے دیکھو گے تو سب کچھ ٹیڑھا ہی نظر آئے گا۔ 'کہانی ایک سفر کی' بار بار پڑھی، بہت زیادہ پسند آئی۔ چاچو! آپ سب کو تحفے دیتے ہیں، ہمیں بھی اپنے آٹو گراف کے ساتھ کتاب گفٹ کر دیں نا!۔ 'کچھ لوگ کماتے ہیں ہم نے' بہت زبردست کہانی تھی۔ (حفصہ کائنات۔ اٹک)

ج: بیٹا! ہمارے ابو جان کہتے ہیں کہ تحفہ تو ہمیشہ خود سے دیا جاتا ہے۔ مانگ کر لیا تو وہ کیا تحفہ ہوا۔ اِس لیے یہ کتاب تو آپ خرید کر ہی پڑھیے، ہاں دل میں اللہ پاک نے یہ ڈالا ہے کہ ایک دوسری بے حد مفید کتاب آپ کو خود سے تحفتاً دیں۔ اپنے بھائی سے کہہ کر اِس نمبر (03424198208) پر مکمل پتا واٹس ایپ کروا دیجیے۔

سرورق اور اُس پر لکھا عنوان دیکھ کر میں نے بھابی سے کہا کہ اللہ کرے کوئی قسط وار ناول ہو۔ چناں چہ فوراً اُس صفحہ تک پہنچے اور صفحات پلٹنے پر 'جاری ہے' دیکھ کر شکر ادا کیا اور سب سے پہلے اُسی کو پڑھا۔ 'اعتماد' کہانی نے تو پہلے خون ہی خشک کر دیا تھا۔ سسپنس سے بھری ہوئی کہانی۔ ارے! ہمارے نیوز چینل والے انکل تو یہاں بھی موجود ہیں، یہاں بھی کمال کر دیا۔ باقی سب تحریریں بھی بہت خوب تھیں۔ ہم نے خطوط کے ساتھ 'یادیں ہمسفر میری' بھی بھیجا تھا۔ کیا وہ شائع نہیں ہوگا؟ میری باجی جان اکثر پوچھتی ہیں کہ بھئی آپ نے جو نانی کے بارے میں بھیجا تھا اُس کا کیا ہوا، ردی کی ٹوکری تو نہیں کھا گئی!'' (حفصہ بنت عبدالحمید)

ج: دو ہفتوں کے بعد آپ کو پھر افسوس ہوا ہوگا کہ وہ بھی ناول نہیں تھا، بس ایک طویل تحریر تھی۔ خیر ناول اِن شاء اللہ تعالیٰ دو چار ہفتوں میں شروع ہوا چاہتا ہے۔ جہاں تک 'یادیں ہم سفر میری' تحریر کا تعلق ہے تو تحریر اگرچہ اس وقت یاد نہیں، مگر عموماً اس سلسلے کی تحریر کبھی ردی کی ٹوکری کی غذا نہیں بنتی۔ امید قائم رکھیے۔

آپ کا دسترخوان

آلوؤں کا حلوہ:

لیجیے! آلوؤں کے حلوے کی ترکیب حاضر ہے۔ آپ نے بہت سے حلوے بنائے اور کھائے ہوں گے، لیکن آلوؤں کے حلوے کا نام بھی شاید کسی نے سنا ہو، آج تک آپ نے آلوؤں کا بھرتا، آلوؤں کا سوپ وغیرہ بہت سی ڈشیں سنی، پڑھی اور استعمال کی ہوں گی۔ اسی طرح آلوؤں کی چاٹ بھی بہت شوق سے کھائی جاتی ہے، لیکن آج ہم آلو سے تیار ہونے والی میٹھی اور غذائیت سے بھرپور ڈش پیش کر رہے ہیں۔ امید ہے بہت ہی پسند آئے گی۔ ہم نے تو جس کو بھی بنا کر کھلائی، الحمدللہ تعریف ہی سنی، آپ بھی آزما کر دیکھیں اور پھر اپنے تجربے سے آگاہ کریں۔

اجزا: آلو ایک کلو (بہتر ہے کہ نئے آلو ہوں)، تیل/گھی ایک پاؤ (دیسی گھی ہو تو کیا کہنے)، چینی ایک پاؤ، انڈے دو عدد، دودھ ایک پاؤ، چھوٹی الائچی پانچ عدد، بادام، کشمش حسبِ پسند۔ زردہ رنگ۔

ترکیب: سب سے پہلے آلو ابال کر میش کرلیں، پھر کڑاہی میں گھی ڈال کر الائچی کڑکڑائیں۔ ساتھ ہی چینی بھی ڈال دیں۔ جب چینی ہلکی سنہری ہوجائے تو اُس میں اب آلو ڈال دیں اور ہلکی آنچ پر مسلسل چمچ ہلاتی رہیں۔ جب دیکھیں کہ حلوے کی شکل بن گئی ہے تو دودھ اور انڈے ڈال دیں، لیکن دودھ ڈالنے سے پہلے اُس میں تھوڑا سا زردہ رنگ ضرور حل کرلیں اور انڈے پھینٹ کر ڈالیں۔ اب تقریباً دس منٹ تک مسلسل چمچ چلاتی رہیں، جب گھی چھوڑنے لگے تو اس میں کشمش اور کٹی ہوئی بادام اور ناریل کش کر کے شامل کرلیں۔ اب ڈیڑھ دو منٹ تک پکا کر اتار لیں۔ لیجیے! آلوؤں کا لذیذ حلوہ تیار ہے۔ گرما گرم کھائیں اور اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ (ام عبّاد۔ فیصل آباد)

کٹلس کی تیاری:

گریجویشن کی تیاری عروج پر تھی۔ سب نے اپنے اپنے پڑھائی کے شیڈول بنائے ہوئے تھے، جن پر سب سختی سے عمل پیرا تھیں۔ رات کو دیر تک جاگنے کا مشورہ مجھے کچھ خاص نہیں لگتا۔ کیوں کہ مابدولت نے ایک جگہ پڑھا تھا کہ رات زیادہ دیر پڑھنا ذہنی خلیات کو تباہ کردیتا ہے۔ ہمارے خلیات پہلے ہی بمشکل پورے ہیں۔ اِس لیے ہمیں نیند کی بڑی فکر ہوتی ہے۔ ابھی وہ Coming soon ہی ہوتی ہے کہ ہم انٹا غفیل ہوچکے ہوتے ہیں۔

خیر انہی دنوں شانزہ نے کٹلس کی ترکیب بتائی اور ہمارا دل کھانے کے لیے مچل اٹھا۔ پہلی بار کوشش کی اور الحمدللہ کامیاب ہوگئی۔ ایک راز کی بات بتاتی چلوں، میں مختلف تراکیب پہلی بار میں ابو جان کی غیر موجودگی میں بناتی ہوں۔ ارے بھئی ایویں کوئی غلطی سے غلطی ہوجائے تو سنی بڑی 'اوکھی' پڑتی ہے۔ لیجیے ترکیب حاضر ہے:

اجزا: رول کی پٹیاں، چنے کی دال، آلو (ابال کر)، گوشت، ثابت دھنیا، نمک، سرخ مرچ، دھنیا، پیاز، سبز مرچ۔

ترکیب: ایک برتن میں آلو اور چنے کی دال ابال لیں، پھر باہر نکال کر دونوں کو پیس لیں۔ گوشت ابال کر ریشہ ریشہ کر کے اسے آلو والے مکسچر میں ملا دیں۔ اب الگ پیاز، ہرا دھنیا، ہری مرچ ڈال کر پیس لیں اس طرح یہ ہرا مصالحہ بن جائے گا۔ نمک، لال مرچ، ثابت دھنیا ڈالنا مت بھولیں۔ سب کو اکٹھا مکس کریں۔ رول کی پٹی پر رکھیں۔ فولڈ کر کے رول کی شکل دیں اور فرائی کریں۔ کیچپ کے ساتھ پیش کریں۔

(عائشہ عبدالغفور۔ کبیر والا)

☆☆☆

انجمن چوں چوں

اثر جونپوری

زود گوئی کی انجمن ہوں میں
واقعی ملکۂ سخن ہوں میں
کام کرنا تو کچھ نہیں آتا
بات کرنے میں چمپین ہوں میں
کھانا پینا بھی بھول جاتی ہوں
اپنے میک اپ میں یوں مگن ہوں میں
کب زبیدہ ہوں اولڈ فیشن کی
عہدِ حاضر کی ایک زن ہوں میں
سب سے لڑنا لڑانا کام مرا
زیست کی فلم کی وِلن ہوں میں
ہے پہننے میں بھی چکن مرغوب
کھانے میں عاشقِ چکن ہوں میں
خوب ٹسوے بہانا آتا ہے
اِس حوالے سے اہلِ فن ہوں میں
اب چچازاد مت سمجھنا مجھے
پہلے بیوی ہوں، پھر کزن ہوں میں